إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

ہو جب کہ مصطفیٰ کی گفتار ٭ مت دیکھ کسی کا قول و کردار

الحمد للہ

رسالہ

آمین و رفع یدین

جس میں

دونوں مسائل کا ثبوت احادیث رسول کردگار و اقوال صحابہ کبار
اور فتاوائے علماء کبار سے ایسا دیا گیا ہے کہ مخالفین
کو بھی انکار کی کوئی گنجائش نہیں رہتی

مصنفہ

مولانا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل مصنف تفسیر ثنائی وغیرہ

برقی مطبع روز بازار دہلی بازار امرتسر میں باہتمام شیخ عبدالعزیز پرنٹر چھپا کر مصنف نے شائع کیا

قیمت ۲ آنہ ملنے کا پتہ دفتر اہلحدیث امرتسر مع محصول ڈاک



ہندوستان میں علم حدیث عرصہ سے جاری ہے مگر عمل بالحدیث تھوڑے عرصہ سے جن علماء کرام رضی اللہ عنہم نے عمل بالحدیث کو خالی الذہن غیر جانبدار ہو کر محض ہدایت نفس کیلئے پڑھا اور پڑھایا انکو عمل بالحدیث کا بھی شوق ہوا۔ اور انہوں نے اس علم کے عشق میں دیوانہ وا وجد میں یہ اشعار پڑھے ؎

کیا تجھ سے کہوں حدیث کیا ہے ⁂ دردانۂ درج مصطفے ہے

صوفی و عالم و حکیم دینی ! ⁂ کرتے رہے اسی کی خوشہ چینی

بابا کے ہاں سے کون لایا ⁂ جس نے پایا یہیں سے پایا

عمل بالحدیث کے ظاہری نشانوں میں سے دو نشان کھلے ہیں جو پانچوں وقت نماز میں ظہور پذیر ہوتے ہیں یعنی آمین بالجہر اور رفع یدین

اِن دونوں مسائل میں علما حدیث کی طرف سے بہت کچھ لکھا گیا تاہم مانعین کیطرف سے اسپر پردہ پوشی کی کوشش جاری ہے ادہر عوام عامل بالحدیث کو بھی ضرورت ہے کہ ان دونوں نشانوں کا ثبوت ہاتھ میں رہے تاکہ بروقتِ ضرورت پیش کرسکیں اسلئے یہ مختصر سا رسالہ جسکا نام ہے "آمین رفع یدین" اردو میں لکھکر شائع کیا گیا۔ اسمیں نفسِ مسئلہ کا ثبوت دیا گیا ہے اور آجکل کی بدرسم کیطرح کسی فرقہ یا کسی مصنف کی دلآزاری یا حملہ آری نہیں۔ اعاذنا اللہ منہ +

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْم

اطلاع عاملین بالحدیث کو ضروری ہے کہ نماز موافق سُنّت صحیحہ کے پڑہا کریں جب اُن کا دعویٰ ہے کہ ع

کسی کا ہو رہے کوئی نبی کے ہو رہے ہیں ہم

تو پھر نماز جیسی عبادت کو موافق سُنّت ادا کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے؟ اللہ الموفق +

ابوالوفاء ثناء اللہ
مصنفِ تفسیر ثنائی وغیرہ

طبع اول
امرتسر
صفر ۱۳۴۰ھ اکتوبر ۱۹۲۱ء

آمین بالجہر

(۱) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا امن الامام فامنوا فانہ من وافق تامینہ تامین الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔ (بخاری مسلم وغیرہ)

ابوہریرہ صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو فرشتے بھی آمین کہتے ہیں، جسکی آمین فرشتوں کی آمین سے موافق ہوگی اوسکے سب گناہ معاف ہوجاینگے"

(۲) عن وائل الحضرمی انہ صلی خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما قال ولا الضالین قال آمین رافعا بہا صوتہ اخرجہ البیہقی فی سننہ

وائل حضرمی صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی جب آپنے آیت ولا الضالین پڑھی تو اونچی آواز سے آمین کہی"

(۳) عن وائل بن حجر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرء ولا الضالین قال آمین ورفع بہا صوتہ (ابوداؤد)

وائل بن حجر صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، آنحضرت صلعم جب کبھی ولا الضالین پڑہتے تھے تو بلند آواز سے آمین کہتے تھے"

(۴) عن ابی ہریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تلا غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین حتی یسمع من یلیہ من الصف الاول۔ (ابوداؤد)

ابوہریرہ صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب کبھی یہ آیت پڑھتے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تو آمین کہتے یہانتک کہ پہلی صف کے لوگ سن لیتے

(۵) عن ام الحصین انہا صلت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قال ولا الضالین قال آمین فسمعتہ وہی فی صف النساء

ام الحصین صحابیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے اس نے آنحضرت کے پیچھے نماز پڑھی جب آپنے ولا الضالین پڑہا تو آمین بلند کہی

اسحٰق بن راہویہ (تخریج ہدایہ للزیلعی) | یہانتک کہ اُم الحصین نے جو عورتوں کی صف میں تھیں آنحضرتؐ کی آمین کو سُنا۔

آمین بالجہر کے مسئلہ نے اپنی قوّتِ دلائل کی وجہ سے یہانتک اثر کیا ہے کہ بعض اکابر حنفیہ کو بھی اپنا قائل بنالیا۔ بغرضِ اختصار ہم اس موقع پر چار گواہ پیش کرتے ہیں۔ دو متقدمین علماء کبار میں سے، دو متاخرین علماء بحار میں سے۔ متقدمین میں سے ہماری مراد شیخ ابن الہمام شارح ہدایہ اور اون کے شاگرد خاص علامہ ابن امیر الحاج شارح منیۃ المصلی ہیں۔ اور متاخرین سے مراد ہماری مولٰنا عبدالحی لکھنوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ ان چاروں کی باوجود حنفی ہونے کے شہادت کافی سے زیادہ مؤثر ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم حاشیہ شرح وقایہ پر لکھتے ہیں:-

قد ثبت الجهر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم باسانيد متعددة يقوي بعضها بعضاً في سنن ابن ماجه والنسائي وابي داؤد وجامع الترمذي وصحيح ابن حبان وكتاب الام للشافعي وغيرها وعن جمع من اصحابه (عليه السلام) بروايات ابن حبان في كتاب الثقات وغيره ولهذا اشار بعض اصحابنا كابن الهمام في فتح القدير وتلميذه ابن امير الحاج في حلية المحلي شرح منية المصلي الى قوته روايةً (جلد اول صفحہ ۱۶۷)

آمین بلند آواز سے کہنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی سندوں کیساتھ آئی ہے جنمیں سے بعض بعض کو قوت دیتی ہیں۔ یہ روایات ابن ماجہ، نسائی، ابوداود، ترمذی، صحیح ابن حبان، اور کتاب الام شافعی وغیرہ میں آئی ہیں اور حضرتؐ کے اصحاب کی ایک جماعت سے بھی کئی ایک روایات ابن حبان کی کتاب الثقات وغیرہ میں ہیں اسلئے ہمارے (حنفیہ کے) بعض علمائے نے جیسے شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں اور اُنکے شاگرد ابن امیر الحاج نے شرح منیۃ المصلی میں آمین بالجہر کی روایتوں کی قوت کی طرف اشارہ کیاہے۔"

یعنی تسلیم کیا ہے کہ آمین بالجہر بہ نسبت آہستہ کے از روئے روایات کے قوی ہے۔

یہ نہیں جو بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ اونچی اور آہستہ دونوں فعل برابر ہیں۔
رئیس الاحناف شیخ ابن الہمام نے آہستہ آمین کی کل روایات کو ایکجا جمع کر کے بطور فیصلہ کے کہا ہے :-

لوکان الی فی ھذا شئ لرفعت بان روائت الخفض یراد بھا عدم القرع العنیف وروائت الجھر بمعنی قولھا فی زیر الصوت وذیلہ یدل علی ھذا ما فی ابن ماجہ کان علیہ السلام اذا تلی غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ قال آمین حتی یسمع من فی الصف الاول بھا المسجد۔
(فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۱۱۷)

اگر مجھے اس امر میں کچھ اختیار ہو تو میں اس اختلاف کو یوں رفع کروں کہ جو روائت آہستہ کی آئی ہے اوس سے مراد چیخنے کی نفی کر لینے بہت چلا کر آمین نہ کہتے تھے اور جو جہر کی روائت آئی ہے اوس سی مراد منہ آواز سے کہنے کے ہیں اس تطبیق پر دلیل ابن ماجہ کی روائت ہے جسمیں ذکر ہے کہ آنحضرت صلعم جب وَلَا الضَّالِّينَ پڑھتے تو آمین کہتے اتنی کہ پہلی صف والے سن لیتے پھر اونکے کہنے سی مسجد گونج جاتی۔

نوٹ شیخ ابن الہمام علما حنفیہ میں کوئی معمولی درجے کے عالم نہیں بلکہ اس درجے کے ہیں کہ ان کی بابت شامی ردالمحتار میں لکھا ہے :-

"کمنال ابن الھمام بلغ رتبۃ الاجتھاد" (مصری جلد ۴ صفحہ ۳۸۸)

چوتھے گواہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب مرحوم گنگوہی ہیں۔ آپ سے سوال ہوا جسکا آپ نے جواب دیا۔ سوال وجواب درج ذیل ہیں :-

سوال اگر کوئی غیر مقلد ہمارے پاس جماعت میں کھڑا ہو اور رفع یدین اور آمین بالجہر کرتا ہو تو اوس کے پاس کھڑا ہونے سے ہماری نماز میں تو کچھ خرابی نہ آئیگی یا ہماری نماز میں بھی کچھ فساد واقع ہوگا ؟

الجواب کچھ خرابی نہیں آئیگی۔ ایسا تعصب اچھا نہیں۔ وہ بھی عامل بحدیث ہے۔ اگرچہ نفسانیت+ سے کرتا ہے مگر فعل تو فی حد ذاتہ درست

+ معلوم ہوتا ہے سائل نے یہ بھی لکھا ہوگا کہ غیر مقلد نفسانیت سے کرتے ہیں مولانا مرحوم نے یہ لفظ بڑھا کر جواب دیا جسکا مطلب یہ ہے کہ کوئی نفسانیت سے بھی کرے تو اسکو رد کرنے کا کسی کو حق حاصل نہیں کیونکہ فعل درست ہے اس کی نیت بد ہے تو خدا سے برا بدلہ پائیگا ۱۲ منہ

ہے" (فتاویٰ رشیدیہ جلد اول ص۶)

خاتمہ بالخیر خاتمہ پر ہم ایک واجب التعظیم مسلم الطرفین بزرگ کا فتوےٰ بطور تبرک کے نقل کرتے ہیں۔

حضرت الشیخ محبوب سبحانی مولانا سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

" والجهر بالقراءة والتأمين "

(غنیۃ الطالبین مصری ص)

یعنی نماز کی سنتوں میں یہ بھی سنت ہے کہ جہری نمازوں میں قراۃ اور آمین بلند آواز سے کہی جائے" الحمد للہ۔

رفع یدین!

مسئلہ رفع یدین بھی اہلحدیث اور حنفیہ میں مسائل متنازعہ فیہا میں سے ایک ہے جس کی کیفیت یہ ہے کہ رکوع جاتے اور سر اٹھاتے وقت دونوں ہاتھ اوسی طرح اٹھائیں جسطرح شروع تکبیر تحریمہ کے وقت اٹھائے تھے۔ اس کو رفع یدین کہتے ہیں۔ اہلحدیث کا دعوےٰ ایسا صاف ہے کہ حنفیہ کو بھی تسلیم ہے۔ اس لئے بقاعدہ علم مناظرہ اہلحدیث اپنا ثبوت دینے سے سبکدوش ہیں۔ کیونکہ علماء حنفیہ کو تسلیم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کی تھی۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ بعد کرنے کے چھوڑ دی۔ یعنی منسوخ ہوگئی پس نسخ کا ثبوت دینا ان کے ذمہ ہے۔ کرنے کا ثبوت خود انکو مسلم ہے

تاہم بطور اثبات چند حدیثیں نقل ہیں:۔

عن محمد بن عمرو بن عطاء عن
ابي حميد الساعدي قال سمعته وهو
في عشرة من اصحاب النبي صلى الله
عليه وسلم احدهم ابو قتادة بن
ربعي يقول انا اعلمكم بصلوٰة
رسول الله صلى الله عليه وسلم
قالوا ما كنت اقدمنا له صحبة و
لا اكثرنا له اتيانا قال بلى قالوا
فاعرض فقال كان رسول الله
صلى الله عليه وسلم اذا قام الى الصلوٰة
اعتدل قائما ورفع يديه حتى
يحاذي بهما منكبيه فاذا اراد ان
يركع رفع يديه حتى يحاذي بهما
منكبيه ثم قال الله اكبر وركع
ثم اعتدل فلم يصوب راسه
ولم يقنع ووضع يديه على ركبتيه
ثم قال سمع الله لمن حمده ورفع
يديه واعتدل حتى يرجع كل عظم
في موضعه معتدلا ثم هوى الى الارض
ساجدا ثم قال الله اكبر ثم جافى
عضديه عن ابطيه وفتح اصابع
رجليه ثم ثنى رجله اليسرى وقعد عليها
ثم اعتدل حتى يرجع كل عظم في

محمد بن عمرو کہتے ہیں میں نے ابو حمید الساعدی صحابی کو
دس اصحاب میں بیٹھے ہوئے یہ کہتے سنا ہے اونمیں
سے ایک ابو قتادہ صحابی تھے ابو حمید نے کہا تھا
کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تم سب سے اچھی
جانتا ہوں وہ بولے تو ہم سے پہلے آپکی صحبت میں آیا
تھا اور نہ ہم سے زیادہ حاضر ہوا کرتا تھا اوس نے کہا
ہاں بات تو یہی ہے وہ بولے اچھا پیش کرو اس پر
ابو حمید نے کہا آنحضرت جب نماز کو اٹھتے تو سیدھے
کھڑے ہو جاتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہانتک کہ
انکو مونڈھوں کے برابر کرتے پھر جب رکوع کرنا چاہتے تو
رفع یدین کرتے یہانتک کہ دونوں ہاتھ مونڈھوں تک
پہونچا دیتے پھر اللہ اکبر کہکر رکوع کرتے پھر کمر سیدھی کرتے
سر نہ نیچے کرتے اور نہ اوپر اور اپنے دونوں ہاتھ دونوں
گھٹنوں پر رکھتے پھر کہتے سمع اللہ لمن حمدہ اور رفع یدین
کرتے اور سیدھے کھڑے ہو جاتے یہانتک کہ ہر ہڈی
اپنی جگہ پر سیدھی آجاتی پھر زمین کی طرف جھکتے سجدہ
کرنیکو پھر اللہ اکبر کہتے اور دونوں بازو اپنے دونوں
پہلوؤں سے الگ رکھتے اور پیروں کی انگلیاں کھول
دیتے پھر بایاں پیر موڑ کر اوس پر بیٹھتے یہانتک کہ
ہر ہڈی اپنی جگہ پر آجاتی پھر اللہ اکبر کہکر دوسرے سجدہ
کو جاتے بعد سجدہ پھر بایاں پیر بچھا کر اوپر بیٹھ جاتے
یہانتک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آجاتی پھر دوسری رکعت
کو اٹھتے اور پہلی کیطرح اسمیں بھی وہی فعل کرتے یہانتک

موضعہ معتدلاً ثم ھوی ساجدا ثم قال اللّٰہ اکبر ثم ثنی رجلہ و قعد واعتدل حتی یرجع کل عظم فی موضعہ ثم نھض ثم صنع فی الرکعۃ الثانیۃ مثل ذلک حتی اذا قام من السجدتین کبر و رفع یدیہ حتی یحاذی بھما منکبیہ کما صنع حین افتتح الصلوٰۃ ثم صنع کذلک حتی کانت الرکعۃ التی تنقضی فیھا صلوٰۃ اخر رجلہ الیسرٰی و قعد علی شقہ متورکا ثم سلم قالوا صدقت ھکذا یصلی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم

(ترمذی صنا)

کہ جب تیسری رکعت کو اُٹھتے تو تکبیر کہکر رفیدین کرتے یہانتک کہ دونوں ہاتھوں کو دونوں مونڈھوں کے برابر کرتے جیسے شروع نماز کے وقت کیا تھا۔ باقی نماز بھی اسی طرح پڑھتے جب آخری رکعت ہوتی جس میں نماز ختم ہوتی ہے اوس رکعت کے اخیر میں بایاں پَیر باہر نکالکر اپنی بائیں ران پر بیٹھ جاتے پھر سلام دیتے؛ یہ سُن کر اون دسوں اصحاب کرام نے کہا تُو نے سچ کہا ہے آنحضرتؐ نے عمر بھر ایسی ہی نماز پڑھی ہے!!

یہ حدیث مفصل اور مشترح ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسری حدیث کی حاجت نہیں تاہم دو تین اور بیان کرتے ہیں۔ دوسری حدیث یہ ہے:-

عن سالم بن عبد اللّٰہ ابن عمر عن ابیہ قال رایت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا استفتح الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی یحاذی منکبیہ و اذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع راسہ من الرکوع ولا یرفع من السجدتین

(بخاری مسلم وغیرہ)

حضرت عمرؓ کے بیٹے عبد اللہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ جب نماز شروع کرتے دونوں ہاتھ اُٹھاتے یہانتک کہ مونڈھوں کے برابر کرتے اور جب رکوع کرنا چاہتے تو رفیدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفیدین کرتے اور دونوں سجدوں میں نہ کرتے ؛ یہ روایت بھی اپنے مفہوم میں صاف ہے اب تیسری حدیث سنئے :-

عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اذا قام الی الصلوٰۃ المکتوبۃ کبر ورفع یدیہ حذو منکبیہ ویصنع مثل ذلک اذا قضی قراءتہ واراد ان یرکع ویصنعہ اذا رفع من الرکوع (اصحاب السنن۔ بخاری جزء رفع)	حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روائت ہے۔ وہ آنحضرت کا حال بتاتے ہیں کہ آپ جب نماز کو اٹھتے تکبیر کہتے اور دونوں ہاتھ اپنے مونڈھوں کے برابر کرتے اور جب قرائت پوری کرتے رکوع کرتے۔ اور جب رکوع سے سر اٹھاتے۔ تو رفعیدین کرتے ۔۔

یہ روایات محدثین کی کتب میں سے ہیں۔ اب ہم حنفیوں کے مسلّم امام (محمد) کی کتاب سے رفعیدین کی حدیث نقل کرتے ہیں۔ تاکہ ہر طرح سے تسلی ہو جاوے امام محمد حنفی محدث۔ شاگرد امام ابو حنیفہ ہیں۔ جن سے حنفی مذہب کا سرمایہ جمع ہوا ہے یعنی فقہ کا ذخیرہ انہی کا جمع کیا ہوا ہے اپنی حدیث کی کتاب موطا میں روائت کرتے ہیں۔

ابن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ حذاء منکبیہ واذا کبر للرکوع رفع یدیہ واذا رفع راسہ من الرکوع رفع یدیہ ثم قال سمع اللہ لمن حمدہ ثم قال ربنا ولک الحمد (موطا محشی لکھنوی صفحہ)	ابن عمر رضی اللہ عنہم روائت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع کیلئے تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفعیدین کر کے سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا ولک الحمد کہتے ۔۔

الحمد للہ کہ احادیث متفقہ بروایات محدثین اور حنفیہ یہ بات ثابت ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے شروع نماز میں رفعیدین کرتے تھے۔ رکوع کے وقت بلکہ تیسری رکعت کو اٹھتے وقت بھی کرتے تھے۔

آمین مسئلہ کو بلحاظ کثرت روایات کے اتنا زور ہے کہ صاحب سفر السعادت (علامہ مجدالدین فیروزآبادی مصنف قاموس) سفر السعادت میں لکھتے ہیں:۔

قد ثبت رفع الیدین فی ھذہ المواضع الثلاثۃ ولکثرۃ رواتہ شابہ المتواتر فقد صح فی ھذا الباب اربع مائۃ خبر واثر ورواہ العشرۃ المبشرۃ ولم یزل علی ھذہ الکیفیۃ حتی رحل عن ھذا العالم ولم یثبت شئ غیرھا (سفر السعادت مصری ص۹)	رفع یدین ان تین مواقع پر آنحضرت ؐ سے ثابت ہے اور کثرت روایات کی وجہ سے متواتر حدیث کے مشابہ ہے اس مسئلہ میں چار سو حدیثیں اور آثار آئے ہیں، عشرہ مبشرہ صحابہ کرام نے ان کو روائت کیا ہے۔ آنحضرت ہمیشہ اسیطرح نماز پڑھتے رہے یہانتک کہ اس دنیا سے انتقال فرمایا اسکے سوا کچھ ثابت نہیں ہوا"

علامہ سیوطی بھی اسی کے قائل ہوئے ہیں کہ رفع یدین کی حدیث متواتر ہے۔

ذکر السیوطی فی رسالۃ الازھار المتناثرۃ فی الاخبار المتواترۃ ان حدیث الرفع متواتر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم (التعلیق المجد علی موطا محمد ص۸۹)	امام سیوطی نے اپنے رسالہ ازہار متناثرہ میں لکھا ہے کہ رفع یدین کی حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر آئی ہے "

حضرت استاد الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:۔

والذی یرفع احب الی ممن لا یرفع فان احادیث الرفع اکثر واثبت (حجۃ اللہ مصری ج۲ ص۱)	رکوع کے وقت رفع یدین کرنیوالا مجھی نہ کرنیوالے سے محبوب تر ہے کیونکہ رفع یدین کی روایات بہت زیادہ اور بہت صحیح ہیں"

مانعین رفع یدین (علماء احناف) کی سب سے وزنی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یوں آئی ہے:۔

قال ابن مسعود الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا اول مرۃ (ترمذی)	ابن مسعود صحابی نے کہا۔ میں تم کو آنحضرت کی طرح نماز نہ پڑھاؤں؟ یہ کہکر نماز پڑھی اور اس نماز میں صرف پہلی دفعہ ہاتھ اٹھائے "

اس حدیث کی بابت احناف کرام کہتے کہ رفعیدین کرنے کے ثبوت کی حدیثوں کی ناسخ ہے۔ حالانکہ نسخ کے لئے کئی شروط ہیں۔ اوّل شرط یہ ہے کہ دونوں حدیثیں ایک قوت کی ہوں۔ یعنی صحت میں دونوں برابر ہوں ابن مسعود کی حدیث کی بابت ترمذی میں امام ابن المبارک کا قول نقل ہے

قال عبد الله ابن مبارك قد ثبت حديث من يرفع وذكر حديث الزهرى عن سالم عن ابيه ولم يثبت حديث ابن مسعود ان النبى صلى الله عليه وسلم لم يرفع الا اول فى مرة۔ (ترمذی)

عبداللہ بن مبارک نے کہا رفعیدین کرنے کی حدیث ثابت ہے۔ چنانچہ زُہری نے سالم سے اوس نے اپنے باپ عبداللہ سے روایت کی ہے۔ (جو گذشتہ صفحات پر نقل ہو چکی ہے) اور ابن مسعود کی روایت سے ثابت نہیں ہوئی کہ حضرت نے سوائے پہلی دفعہ کہ رفعیدین نہیں کی۔

پس ایک جواب تو یہی ہے کہ حدیث عدم رفع کی رفع والی کے برابر نہیں۔ دوسری بڑی شرط یہ ہے کہ اون دونوں حدیثوں میں تطبیق نہ ہوسکے حالانکہ یہاں ہوسکتی ہے وہ یوں کہ ابن مسعود نے ضروری ضروری کام بتائے ہونگے جنکے بغیر نماز میں نقص لازم آتا ہو۔ رفعیدین نہ کرنے سے نماز میں نقص لازم نہیں آتا۔ البتہ فعل کا جو ثواب ملتا تھا وہ نہیں ملیگا۔ جب دونوں حدیثوں میں تعارض اور تناقض ہی نہیں تو نسخ کیسا؟

مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی مرحوم دونوں طرح کی حدیثیں (کرنے، نہ کرنے کی) نقل کرکے بطور فیصلہ کے فرماتے ہیں:-

والقدر المتحقق فى هذا الباب هو ثبوت الرفع وتركه كليهما عن رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم الا ان رواة الرفع من الصحابة جم غفير ورواة الترك جماعة

اس مسئلہ (رفعیدین) میں قدر مشترک یہ ہے کہ فعل اور ترک دونوں آنحضرت صلعم سے ثابت ہیں مگر رفعیدین کرنیکے راوی صحابہ میں سے ایک بہت بڑی جماعت ہے اور ترک

قليلة مع علمه صحة الطرق عنهم كلها عن ابن مسعود وكذلك ثبت الترك عن ابن مسعود واصحابه باسانيد صحيحة فاذن مختاران الرفع ليس لسنة مؤكدة يلام تاركها الا ان ثبوته عن النبي صلى الله عليه وسلم اكثر وارجح واما دعوى نسخه كما صدر عن الطحاوي مغترا بحسن الظن بالصحابة التاركين وابن الهمام والعيني وغيرهم من اصحابنا فليست بمبرهن عليها بما يشفي العليل ويروي الغليل ۔

(التعليق الممجد ص۹۱)

رفع یدین کے راوی ایک قلیل جماعت ہے اور وہ روایات صحیح طریق پر بھی نہیں آئیں بسوائے ابن مسعود کی روایت کے۔ اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے شاگردوں سے ترک ثابت ہو چکا ہے۔ پس سندوں کے ساتھ روایات آئی ہیں پس ہمارا پسندیدہ خیال یہ ہے کہ رفع یدین ایسی سنت مؤکدہ نہیں کہ اس کے ترک والے کو ملامت کیا جائے ہاں اس میں شک نہیں کہ ثبوت اس کا آنحضرت سے اکثر اور راجح تر ہے (یعنی کرنا موجب ثواب ہے) اور بعض صحابہ کے ترک سے محض حسن ظن سے نسخ کا دعویٰ کرنا جیسا طحاوی اور ابن ہمام وغیرہ نے کیا ہے یہ دعویٰ کچھ مدلل نہیں جو سائل اور معترض کی تشفی کر سکے۔ واللہ اعلم۔

تنبیہ مولانا عبدالحی مرحوم نے مسئلہ رفع یدین میں وہی رائے ظاہر کی ہے جو مولانا اسمٰعیل شہید رحمہ نے تنویر العینین میں لکھی ہے۔ مولانا لکھنوی کا حنفی اوعاء کے ساتھ رفع یدین کو مستحب بھی ماننا نزاع کے لئے بیخکن ضرور ہے۔ (غفرلہٗ)

خاتمہ بخیر مثل سابق خاتمہ پر حضرت الشیخ محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا فتوے اس بارے میں تبرکاً ہم نقل کرتے ہیں۔

حضرت ممدوح فرماتے ہیں:۔

اما الهيات فخمس وعشرون هيئة رفع اليدين عند الافتتاح والركوع والرفع منه وهو ان يكون

نماز کی سنتیں یا مستحبات پچیس ہیں۔ شروع میں ہاتھ اٹھانے، رکوع کو جاتے ہوئے اور سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرنا۔ رفع یدین

یوں کرے کہ دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اور انگوٹھے کان کی کرنبیاں تک اور انگلیاں کانوں تک پہونچ جائیں ۔	کفاۃ مع منکبیہ وابہاماہ عند شحمتیہ اذنیہ واطراف اصابعہ مع فروع اذنیہ" (غنیہ مصری جلد ا ص ۷)

الحمد للہ مقام شکر ہے کہ یہ دونوں مسئلے احادیث اور آثار سے ثابت ہونے کے علاوہ حضرت الشیخ الجیلانی رضی اللہ عنہ جیسے بزرگوں کے بھی پسندیدہ ہیں بلکہ حضرت ممدوح ان کے کرنے کا اپنے مریدوں کو حکم فرماتے ہیں اس لئے جن لوگوں کو حضرت ممدوح سے حسن عقیدت ہے اون کو ان دونوں سنتوں کے رواج دینے میں سعی بلیغ کرنی چاہیئے نیز ان کے پھیلانے والے (اہلحدیث اصحاب) سے ان کو دلی محبت رکھنی چاہیئے ۔ ؎

پائے سگ بوسید مجنوں خلق گفتہ ایں چہ بود
ایں سگے در کوئے لیلے گاہے گاہے رفتہ بود

رفع غلطی

جو لوگ سنی سنائی کہا کرتے ہیں کہ زمانہ رسالت میں منافق لوگ بغلوں میں بت لایا کرتے تھے ۔ ان کے بت گرانے کے لئے آنحضرت صلعم نے رفعیدین کا حکم کیا تھا ۔ پھر جب سارے مسلمان ہوگئے تو رفعیدین منسوخ کر دی ۔

یہ قول اور خیال اون کا سراسر غلط ہے ۔ اس کی غلطی کا زبردست ثبوت خود انہی روایات میں ملتا ہے کیونکہ ان روایات میں تینوں مواقع پر رفعیدین کرنے کا برابر ذکر آیا ہے ۔ (۱) پہلی تکبیر کے وقت ۔ (۲) رکوع جاتے وقت ۔ (۳) رکوع سے سر اٹھاتے وقت ۔ اگر بغلوں سے بت گرانے منظور تھے ۔ تو وہ پہلی ہی رفعیدین سے گر جاتے ہونگے پھر رکوع میں رفعیدین کرنا

سے کیا فائدہ؟

علاوہ اس کے رفع یدین سے بغل کی چیز نہیں گرتی۔ البتہ رکوع میں کہنیاں اور بازو سیدھی کھینچکر رکھنے سے گر سکتی ہے۔ پس بُت گرانے کے لئے خود رکوع ہی کافی تھا

علاوہ اسکے اگر یہ حکم منسوخ ہوتا تو بڑے پیر حضرت الشیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کیوں اس پر عمل کرنے کا ارشاد فرماتے تعجب ہے حضرت الشیخ کی نسبت مانعین آمین رفع یدین کو بہت زیادہ عقیدت ہے۔ جو ہونی چاہیئے۔ تاہم اون کو شرعیات میں اتنا کم درجہ خیال کرتے ہیں کہ اون نسخ حدیث کا علم نہوا۔ حالانکہ حضرت ممدوح کا زمانہ چھٹی صدی ہجری ہے اور اس زمانہ میں تمام حدیثیں کتابی صورت میں جمع ہوچکی تھیں یہ خیال (بغلوں میں بُت دبالنے کا) ایسا غلط ہے کہ خود علمائے حنفیہ نے بھی کہیں اسکا ذکر نہیں کیا۔ اللہ اعلم

حیرت انگیز بات باوجودیکہ یہ دونوں فعل ایسے ہیں کہ بعض اکابر علمائے حنفیہ بھی ان کی صحت کے قائل ہوگئے ہیں تاہم آجکل کے بعض حنفی علماء کسی مسجد میں کرنے والوں کو فسادی کہتے ہیں۔ کیونکہ اون کے کرنے سے حنفی لوگ چڑتے ہیں۔ اُن کے چڑنے پر وہی حنفی علماء اہلحدیث کو منع کا فتوے دیتے ہیں کہ چونکہ تمہارے کرنے سے فساد ہوتا ہے لہذا تم نہ کرو۔ اے کاش یہ لوگ انصاف کرتے تو نزاع کرنے والوں کو نزاع کرنے سے منع کرتے۔ نہ یہ کہ ایک سُنت یا مستحب کام کے کرنے والوں کو روکتے۔ سُنیئے! مفسد اوس کو نہیں کہتے جو ایک جائز بلکہ باعث ثواب کام کرے بلکہ اس کو کہتے ہیں جو کسی دوسرے کو کار ثواب یا کم از کم جائز کام کرنے سے مانع ہو۔ چنانچہ ۱۹۰۱ء میں دہلی میں ایک مقدمہ ہوا۔ جسکی تفصیل یہ ہے۔ کسی خدا بخش نامی شخص نے اپنے محلہ کی مسجد میں آمین بالجہر کہی۔ اس پر نزاع ہوئی۔ مقدمہ عدالت

تک گیا۔ حاکم ضلع (ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ) نے خدا بخش کو آمین بالجہر کہنے سے منع کر دیا۔ اور دفعہ ۱۰۷ کے ماتحت چھ ماہ تک حفظ امن کی ضمانت طلب کی۔ خدا بخش مذکور نے چیف کورٹ لاہور نگرانی کی۔ لاہور میں جو فیصلہ ہوا۔ اسکا خلاصہ یہ ہے:۔

"چونکہ دفعہ ۱۰۷ مجموعہ ضابطہ فوجداری کی رو سے کسی مجسٹریٹ کو یہ اختیار نہیں دیا گیا ہے کہ کسی شخص کو اپنے جائز حقوق کے استعمال میں لانے سے منع کرے۔ لہٰذا جس صورت میں ایک شخص پر یہ الزام لگایا گیا کہ غالباً نقض امن کا باعث ہوگا۔ یا آسائش عامہ میں خلل انداز ہوگا۔ اس طرح سے کہ اوس محلہ کی مسجد میں جس میں وہ رہتا تھا۔ نماز میں شامل ہونے کے وقت لفظ آمین کا زور سے استعمال کرتا تھا۔ اور وہ محلہ کسی خاص فرقہ کے لئے قطعی مخصوص نہیں کیا گیا تھا۔ اور نامبردہ سے ضمانت حفظ امن برائے ششماہ حسب دفعہ ۱۰۷ لیگئی تو یہ قرار دیا گیا کہ حکم خلاف قانون تھا۔ کیونکہ وہ فعل جس کی شکایت کیگئی **ایک فعل بیجا نہ تھا**۔ اور اس امر سے کہ شائد دیگر عبادت کنندگان اوس کے طریق عبادت پر اعتراض کریں۔ مجسٹریٹ کی یہ کارروائی جائز نہیں ٹھیرتی۔ کہ نامبردہ کو بموجب دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری ضمانت داخل کرنے کا حکم دے۔

مقدمات ذیل نظیراً پیش کئے گئے۔ کاشی چند داس بنام ہرکشور داس بمقابلہ شیو سرن لال۔ قیصر ہند بنام شمبھو ناتھ۔ گنگو بنام احمد اللہ۔ فضل کریم بنام مولا بخش۔ قیصر ہند بنام رمضان اور عطاء اللہ بنام عظیم اللہ"۔

تعجب ہے کہ ججان ہائیکورٹ تو یہ اصول سمجھ جائیں مگر علماء شریعت اور رہنمایانِ مذہب اس کے برخلاف مفسدوں کی حمایت کریں۔ الی اللہ المشتکیٰ ﴿

اطلاع

آمین رفع یدین کے متعلق ہندوستان کی ہائی کورٹوں میں فیصلے ہو چکے ہوئے ہیں کہ ہر مسجد میں ہر اہلحدیث بلند آواز سے آمین کہہ سکتا ہے لندن کی پریوی کونسل میں بھی فیصلہ بحق اہلحدیث ہوا۔ ان سب فیصلجات کی نقول ایک رسالہ کی صورت میں ہم نے چھاپ دی ہوئی ہے جسکا نام ہے

فتوحات اہلحدیث

جو دفتر اہلحدیث امرتسر کٹرہ مہاں سنگھ سے بقیمت (۱۰) مل سکتا ہے۔
الحمد للہ

اہلحدیث کا مذہب — فرقہ اہلحدیث یعنی موحد مسلمین کے مسئلہ مسائل کا بیان۔ قابل دید ۔ ۸/

میل و ملاپ — اتفاق کا سبق دینے والا رسالہ۔ ۵/

اسلامی تاریخ — آنحضرت صلعم کی زندگی کے حالات مبارکہ بچوں کو پڑھانے کے لئے۔ ۲/

ہدایت الزوجین — نکاح و طلاق کے مسائل اور بیوی خاوند کے حقوق کا بیان۔ ۲/

حدوث وید — قدامت وید کا ابطال وید اور دیگر آرین کتب سے۔ ۲/

الہامات مرزا — مرزا قادیانی کے الہامات کی مفصل تردید معہ جواب آئینہ حق نما۔ قیمت ۱۲/

شاہ انگلستان اور مرزا قادیانی — اس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جارج پنجم شاہ انگلستان کا دہلی دربار میں تشریف لانا خدائی حکمت میں مرزا قادیانی کی تکذیب کرنا تھا۔ ۲/

فاتح قادیان — مرزا قادیانی کی فیصلہ کن دعا بحث ابو الوفا پر لدھیانوی مباحثہ جس میں بفیصلہ ثالث مبلغ تین صد روپیہ انعام اسلامی مناظر کو ملا۔ ۶/

نکاح مرزا — مرزا قادیانی کے الہامی نکاح والی پیشگوئی کی تردید ۳/

تاریخ مرزا — مرزا قادیانی کی زندگی کے حالات از ابتدا تا انتہا۔ ۸/

مرقع قادیانی — مرزا قادیانی کے مختلف خیالات اور مقالات کا عجیب غریب جواب ۶/

تقلید شخصی و سلفی — اس میں مسئلہ تقلید کی معقول اور منقول طریق سے قابل دید تحقیق کیگئی ہے ۴/

علم الفقہ — فقہ کی حقیقت اور تفصیل پر مفصل بحث ۲/

ثمرات تناسخ — تناسخ کے نتائج اور نقائص پر بحث ۶/

الفوز العظیم — قرآن کریم کی قسموں کی حکمت ۴/

عقائد مرزا — مرزا قادیانی کے عقائد کا بیان

تمام کتابیں اس پتہ سے طلب فرمائیں۔ **منیجر دفتر اہل حدیث امرتسر**



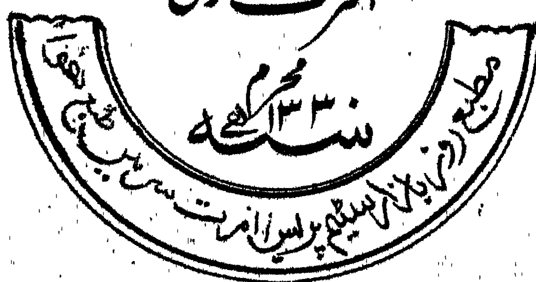
کہ

مضمون بغض و تہاجر جس میں مسلمانوں کو اختلافی امور میں تشدد اور تفریق کرنے سے روک اور اتفاقی امور میں مل جانے کی ترغیب و تحریص بحوالہ آیات و احادیث کی گئی ہے۔ مرقومہ جناب مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی جو اشاعۃ السنۃ جلد ۸-۹ میں چھپا تھا بعنوان دیگر یعنے

رسالہ



بفرمائش مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب (مولوی فاضل) امرتسری



قیمت ۳/ (محل وصول دفتر اخبار اہلحدیث امرتسر) محصول علاوہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلے مجھے دیکھئے

قدرت نے جس طرح انسانوں کو مختلف اشکال بنایا ہے ان کے فہم وفراست
میں بھی اختلاف رکھا ہے۔ ایک آدمی اپنی سمجھ کے مطابق ایک کتاب سے ایک خاص
مضمون سمجھتا ہے دوسرا اوسی شرط سے اوسی کتاب سے اوس کے خلاف اخذ
کرتا ہے اس کا ظہور آج ہی نہیں ہوا۔ زمانہ صحابہ کرام اور تابعین عظام وغیرہ رضی اللہ عنہم
میں بھی اس کا ثبوت ملتا ہے چونکہ اختلاف راء ایک قدرتی امر ہے اس لئے یہ اختلاف
جمعیت قومی میں چنداں مضر نہیں۔ ہاں اس کے آگے جو انسانی ایجاد ہے وہ مضر
ہے یعنی اختلاف راء سے مخالفت اور مخالفت سے منافرت۔ منافرت ہی قومی
شیرازہ کو پراگندہ کرنے والی اور قومی بخیہ کو اودھیڑنے والی ہے اسی (مخالفت
اور منافرت) کی بابت فرمایا ہے[1] لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُکُمْ
اختلاف کا نتیجہ تو اس سے زیادہ نہیں کہ ہر شخص اپنی راء پر عمل کرکے دوسرے کو
اوس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے اور اختلافی حصے کے علاوہ اتفاقی حصے میں
دونوں ملجاتے ہیں جو کسی طرح مضر نہیں مگر منافرت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے جو نہایت
زبون اور مضر ہے جس کا نقشہ اس شعر میں ہے کہ ؎

ہم اور غیر دونوں یکجا بہم نہو گے ✦ وہ ہونگے ہم نہونگے ہم ہونگے وہ نہونگے

[1] آپس میں نزاع نہ کرو ورنہ پھسل جاؤ گے اور تمہاری ہوا بگڑ جاوے گی۔ منہ

ایسی منافرت مسلمانوں میں کم فہم علماء کی کم فہمی کا نتیجہ ہے۔ اس لئے علماء راسخین اسکے برخلاف ہمیشہ کوشش کرتے رہے ہے۔

یہ مضمون جو اس کتاب میں شائع ہوتا ہے ہمارے مکرم و محترم مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کی جادو نگاری ہے جو انہوں نے اپنے مشہور رسالہ "اشاعت السنہ" جلد ۸-۹ میں شائع کیا تھا جن دنوں مولانا ممدوح نے اس کو شائع کیا تھا اون دنوں مسلمانوں خصوصاً اہلحدیثوں میں اتنی مخالفت اور منافرت نہ تھی جتنی کہ اب ہے اس لئے ایسے عالمانہ مضمون کا ایک رسالہ کی صورت میں شائع ہونا ضرور مفید بلکہ مفیدتر ہوگا۔

مختصر مطلب اس مضمون کا یہ ہے کہ ہر شخص کی نیکی اور بدی پر الگ الگ نگاہ ڈالنی چاہیئے کسیکی ایک برائی کی وجہ سے اوس کی ساری نیکیوں پر پانی نہ پھیر دینا چاہیئے۔ کسی شخص میں ایک برائی اور ایک نیکی ہے تو جس طرح وہ برائی کی وجہہ سے ہمارے نزدیک مورد عتاب ہے نیکی کیوجہ سے مورد عنایت بھی ہونا چاہیئے۔ یہی عدل ہے اور یہی انصاف جس کی بابت ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ یَأمُرُ بِالعَدْلِ۔ اس میں شک نہیں کہ شریعت مطہرہ میں بعض لوگوں سے ترک کرنا بھی آیا ہے لیکن اوس میں بھی اون کی ہدایت اور سدباب ضلالت مقصود ہے۔ پس اگر کسی شخص سے علیحدگی کرنے میں اوسپر ایسا دباؤ پڑتا ہے کہ وہ اپنی برائی سے باز آتا ہے تو کچھ شک نہیں کہ اوس سے ایسا سلوک کرنا گویا اوسکو ہدایت پر لانے کی کوشش کرنا ہے اور اگر وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا یا ہمارا اوسپر کوئی زور نہیں چل سکتا تو ایسی صورتمیں اوس کے ساتھ ملاطفت بہتر ہے تاکہ وہ زیادہ سخت نہو جائے غرض شریعت مطہرہ کے ہر حکم میں ہدایت خلق اللہ مدنظر ہے۔

ہمارے شہر کے معزز خاندان غزنویہ کے امام جناب مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی کا فتویٰ بھی مولانا بٹالوی کے مضمون کے قریب قریب ہے۔ مولانا غزنوی فرماتے ہیں:-

"ہجر (چھوڑنا) اہل بدعت واہل فسق کتاب وسنت وتعامل سلف صالحین سے ثابت ہے"

مگر اس قدر خیال رکھنا ضروری ہے کہ یہ ہجر زجراً و توبیخاً ہے تاکہ وہ اُس بدعت و فسق سے باز آجاوے پس اگر ہجر سے یہ امید ہو کہ وہ مرتکب بدعت و فسق اپنی بدعت و فسق سے اس ہجر کے سبب باز آویگا تو اس موقع پر ہجر کرنا ضروری ہے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا ہجر تھا اون تین شخصوں سے جنہوں نے غزوۂ تبوک سے تخلف کیا تھا۔ اور یہ کام باقوت و باعزت لوگو نکا ہے اور اگر ہجر کرنے والا کمزور ضعیف ہو اور اُسکے ہجر سے مرتکب بدعت و فسق باز نہیں آتا ہے بلکہ ضد پر ہو جاتا ہے اور اس بدعت اور فسق پر مصر رہتا ہے اوس صورت میں ہجر سے تالیف قلب و امر معروف و نہی منکر بموعظ حسنہ بہتر ہے۔ خیر الخیرین و شر الشرین انسان کی فقاہت سے ہی اگر واسطے تحصیل خیر عظیم کے خیر صغیر رہجاوے یا رفع شر کبیر کے واسطے شر صغیر کا مرتکب ہو جاوے مضائقہ نہیں اس کے نظائر کتاب و سنت میں بیشمار ہیں۔" (مجموعہ فتاویٰ مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی صفحہ ۲۹۱)

مولانا غزنوی نے اہل بدعت یعنی کسی گمراہ اور مخالف راہ مسلمان سے ترک کرنیکی دو شرطیں لگائی ہیں (الف) ترک کرنیوالا صاحب عزت و جاہ ہو کہ اوس کے ترک کرنے کا اثر بیر ہو سکے۔ دوم شخص متروک اس ترک سے متاثر بھی ہو۔ مثلاً سلطان روم یا امیر کابل بذات خود بڑی ذی جاہ ہیں مگر ہندوستان کے کسی مسلمان پر اونکا کیا اثر۔ جہاں دونوں باتیں ہوں وہاں ترک جائز ہے۔ تاکہ بجائے ضلالت کے ہدایت ہو۔ ورنہ باوجود اوسکی گمراہی اور غلطی کے بہ نیت اصلاح اوس سے ملاپ رکھنا چاہئے۔ اور ضرور چاہئے۔

مولانا بٹالوی کے مضمون کا نام تھا "بغض و تہاجر" مگر چونکہ یہ نام عام فہم نہ تھا اسلئے ہم نے اوسکا نام "میل ملاپ" رکھا ہے اسیطرح بغرض اختصار بعض مقامات پر عربی عبارات کے تراجم پر اکتفا کیا۔ اور بعض جگہ طوالت کو حذف بھی کر دیا ہے۔ خدا اسکو قبول فرماوے اور مصنف اور مشیع (شائع کنندہ) کو اسکا اجر دے اور عام مسلمانوں کو اس سے مستفید کرے۔ خود مصنف و مشیع سے بھی اس کے خلاف کبھی کوئی حرکت ہوئی ہو تو معاف فرماوے۔ آمین۔

ابو الوفاء ثناء اللہ (مولوی فاضل) — ۷ صفر ۱۳۳۰ھ / ۲۷ جنوری ۱۹۱۲ء — امرتسر

بغض و تہاجر

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا

جن متعدد اسباب سے مسلمانوں کے دین و دنیا کو تنزّل ہوا ہے ازانجملہ ایک سبب انکا باہمی بغض و تہاجر ہے۔

یہہ بغض و تہاجر اس تنزّل کا ایسا بڑا اقوی اور عام تاثیر سبب ہے کہ اس سے بڑھکر اور وسیع الاثر اس تنزّل کا کوئی سبب نہیں۔

اس تنزّل کے اور اسباب حسد۔ خودغرضی۔ بدنیتی۔ کاہلی۔ پست ہمتی۔ شہوت پرستی وغیرہ وغیرہ تو عوام مسلمانوں کے دینی اور دنیوی ترقی کے سدراہ ہوئی ہیں یہہ بغض و تہاجر ان کے خواص علماء و فضلاء و صلحاء و اتقیاء کا سدّ راہ ترقی ہو رہا ہے۔

ابن آدم کے جدّی دشمن (ابلیس) نے جب دیکھا کہ گروہ اسلام کے خواص علماء و صلحاء زناکاری شراب خواری وغیرہ شہوانی دام میں نہیں پھنستے اور وہ اپنے علم و صلاح کی مدد سے ان امور کو اسباب تنزّل دین و دنیا سمجھتے ہیں تو اون کو باہمی بغض و تہاجر کے دام میں اُسنے پھنسایا اور اوس کو عین دین متین اور سنّت سلف صالحین بنا کر دکھایا۔

اب (ایک مدت سے) اکثر خواص و صلحاء اہل اسلام کا یہہ حال ہے کہ ایک دوسرے کا جانی دشمن ہے اور اوس کے دینی اور دنیوی کاموں کے (جو درحقیقت

لہ "بغض" دشمنی "تہاجر" ایک دوسرے سے ترک کلامی و علیحدگی ۔ (منہ)

بلحاظ نظام مجموعی اسلام خود اوس کے اپنے کام ہیں) جس طرح ہو سکے (ہاتھ سے
زبان سے دل سے) درپے تخریب ہے۔

ہم نے ہندوستان کے اکثر بلاد پنجاب۔ بنگال۔ و ممالک مغرب و شمال بمبئی
وغیرہ کو دیکھا۔ عرب کا بھی سفر و سیر کیا۔ ہم نے ان سب بلاد میں اسلامی دو فرقوں
مثلاً شیعہ و سُنّی یا اتباع فقہاء و اہلحدیث) بلکہ ایک فرقہ کی دو جماعتوں (جیسے
اتباع فقہاء میں حنفی و شافعی یا اہلحدیث میں دو مختلف شخصوں کے مقتدی) بلکہ
ایک جماعت کے چند اشخاص خواص کو ایسا کم پایا جو باہم بغض نہ رکھتے ہوں
اور ایک دوسرے کے دینی اور دنیوی کام کے درپے تخریب نہوں۔

کوئی ایک دینی کتاب یا دنیاوی اخبار نکالتا ہے تو دوسرا بجائے
اس کے کہ اس کتاب یا اخبار میں اس کو زر سے قلم سے مدد دے یا راہِ صواب
بتلادے اس کے مقابلہ میں دوسری کتاب یا اخبار نکالتا ہے کوئی قومی امداد سے ایک
دینی یا دنیاوی انجمن یا مجلس قائم کرتا ہے تو دوسرا اس کے مقابلہ میں دوسری
انجمن قائم کرتا ہے۔ کوئی دینی یا دنیاوی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ قائم کرتا ہے
تو دوسرا اس کی ضد میں دوسرے مدرسہ کی بناڈالتا ہے کوئی ایک مسجد بناتا ہے
تو دوسرا اس کے مقابلہ میں دوسری مسجد (اڈھائی اینٹ کی کیوں نہو) تیار
کرتا ہے۔ وعلےٰ ہذا القیاس۔

اس کے تمثیلات و نظائر ملک ہند میں پشاور سے لیکر کلکتہ اور
بمبئی تک بڑے بڑے شہروں (پشاور۔ لاہور۔ امرت سر۔ جالندھر۔ لودہانہ۔
دہلی۔ لکھنؤ۔ بنارس۔ آرہ۔ کلکتہ۔ مدراس۔ بمبئی وغیرہ) میں بکثرت موجود ہیں
جو ہمارے دیکھنے یا سننے میں آرہے ہیں۔ مگر چونکہ ان کی تفصیل میں خاص خاص
اعیان و اشخاص اہل اسلام کا ذکر کرنا پڑتا ہے جس سے اون کی اہانت و دل شکنی
متصور ہے لہذا ہم اس تفصیل سے قلم کو روکتے ہیں اور اس کثرت مرئی یا مسموعی
کی نظر سے یہہ دعوےٰ کر سکتے ہیں کہ ہمارے ملک ہندوستان و غیر اسلامی

بلا دیر کوئی قومی یا شخصی دینی یا دنیاوی کام ایسا نہیں جس سے تمام اقوام اہل اسلام کو یا کسی خاص قوم کے سب فرقوں کو یا کسی خاص فرقہ کے سبھی اشخاص کو ہمدردی ہو۔ اور کوئی اس کا مزاحم و درپے تخریب نہ ہو۔ اور یہہ کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت مسلمانوں میں ایسا کوئی دینی عالم نہیں جس کو سبھی مسلمان واجب التعظیم اور لائق اقتدا سمجھتے ہوں اور نہ کوئی اتحاد دنیاوی ایسا سردار یا رئیس ہے جس کو سبھی اپنا سردار اور رئیس خیال کرتے ہوں۔ اور نہ (بجز مساجد ثلثہ) ان کا کوئی ایسا معبد یا کوئی اور مقدس مشہد ہے جس کو سبھی اپنا معبد و مقدس مشہد مانتے ہوں۔ اور نہ کوئی اتحاد دنیاوی کارخانہ تجارت حرفت و صنعت وغیرہ ایسا ہے جس کو سبھی اپنا کارخانہ جانتے اور اُس کی ترقی چاہتے ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی دینی ترقی میں بھی بے دست و پا ہیں اور دنیاوی ترقی میں بھی بے بس و ناکس ہیں۔ نہ پہلی سی مذہبی یا دنیوی حکومت رکھتے ہیں نہ پہلی سی تجارت۔ نہ مثل سابق ثروت نہ ویسی امارت۔ ان کے اس حال زار پر ایک ہمدرد نے کیا اچھا مرثیہ کہا ہے۔ از انجملہ دو چار بیت اس مقام میں نقل کئے جاتے ہیں وہ یہ ہیں ؎

مسلمانو! سنو دیکھو تمہاری کیسی حالت ہے + نہ پہلی سی ریاست ہے نہ پہلی سی حکومت ہے
نہ مرکب ہے نہ موکب ہے نہ گھوڑے ہیں نہ جوڑے ہیں + نہ حشمت ہے نہ مکنت ہے، نہ عزت ہے نہ حرمت ہے
تمہارے پاس تھا جو کچھ وہ کھویا عیش عشرت میں + نہ تن پر چیتھڑا باقی ہے اک اک ننگ ملت ہے
تمہیں سب دیکھتے ہیں طنز سے کہتے ہیں جا بیجا + تمہارے واسطے ہر گوشہ گویا جائے ذلت ہے
بگاڑ ایک کا ہے ایک کیا تہذیب پھیلی ہے + ہیں ایک ایک دشمن ہے اور آپس میں عداوت ہے

اس مضمون میں ہم ان سبھی حضرات خواص کی خدمات میں جو اس بغض و باہمی عداوت میں مبتلا ہیں کچھ عرض کرنے کی جرأت نہیں رکھتے اور اُن سب کے باہمی بغض کو اوٹھانے اور اس بغض کے سبھی بد نتائج کے دور کرنے کی بحکم

ولن یصلح العطار ما افسد الدھر" امید یا ہوس نہیں کرتے حضرت
بعض اخص خواص علماء صالحین خصوصًا اپنے عینی اخوان دین اہلحدیث کو
(جو قال اللہ وقال الرسول ورد زبان رکھتے ہیں اور قرآن و حدیث پر عمل
کرنے کے مدعی ہیں) اس بغض و تہاجر اختیار کرتے ہیں آپ کی مذہبی غلطی بتانے
اور یہہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جس قدر اور جس قسم کے بغض و تہاجر کو وہ دین
متین و سنت سلف صالحین سمجھ رہے ہیں وہ دین نہیں ہے۔ سلف صالحین
کی گناہ پر ناخوشی اور ان حضرات کے دستور العمل بغض میں اس قدر فرق
اور بُعد ہے جیسا کہ ترکستان اور مکہ میں ہے۔ و لہذا بقصد سلوک طریق سلف
صالحین انکا اس قدر بغض و تہاجر اختیار کرنا اس شعر کا مصداق بنتا ہے ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں راہ کہ تو می روی بترکستان است

آئندہ اس معروض پر عمل درآمد ہونا۔ اور اس زمرہ اخص خواص سے بغض اٹھ جانا یا
کم ہو جانا خدا تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔

پس اولاً ان حضرات اخص خواص کے ان متمسکات کو ذکر کیا جاتا ہے
جن سے وہ باہمی بغض و تہاجر کا دین متین و سنت سلف صالحین ہونا ثابت کرتے
ہیں۔ پھر انکی غلطی فہم کو جو ان متمسکات سے تمسک کرنے میں اون سے واقع
ہوئی ہے بیان کیا جائیگا پھر اس کی تائید میں ان آیات و احادیث کو وارد
کیا جائیگا جن سے انکے معمولی بغض و تہاجر کا دین نہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ان
ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ۔

وہ حضرات اپنے معمولی بغض و تہاجر پر کئی آیات سے تمسک کرتے ہیں کئی
احادیث و آثار سے منجملہ آیات متمسک بہا ان حضرات کے ایک یہ آیت ہے

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (ھود غ)	جس میں ارشاد ہے کہ ظالموں کیطرف مت جھکو پھر تمہیں آگ لگیگی۔

وہ خیال کرتے ہیں کہ فاسقوں ظالموں سے ملنا بیٹھنا ان کی طرف جھکنا ہے جس پر آگ میں جلنے کی وعید ہے۔

دوسری آیت یہ ہے جس میں ارشاد ہے تو (اے نبی) مومنوں کو ایسا نہ پائیگا

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ (مجادلہ ع)

کہ وہ خدا اور رسول کے مخالفوں سے دوستی رکھیں اگرچہ وہ اون کے باپ ہوں خواہ بیٹے یا بھائی یا قبیلہ کے لوگ "

وہ خیال کرتے ہیں کہ گنہگاروں (فاسقوں یا کافروں) سے ملنا بیٹھنا ان سے محبت کرنا ہے جس پر ایمان نہ رہنے کا ڈر سنایا گیا ہے۔

تیسری آیت یہ ہے جس میں ارشاد ہے کہ (حضرت) ابراہیم اور اون کے

إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا۔ (ممتحنہ ع)

ساتھ والوں اہل ایمان نے اپنی قوم مشرکین سے کہا کہ ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے بیزار اور منکر ہیں اور ہم میں تم میں ہمیشہ کے لئے جب تک کہ تم ایمان نہ لاؤ دشمنی اور ناخوشی ظاہر ہو چکی ہے "

چوتھی آیت یہ ہے جس میں ارشاد ہے (اے ایمان والو اپنے باپوں اور بھائیوں سے دوستی نہ رکھو اگر وہ کفر کو ایمان سے عزیز رکھیں۔ جو ان کو دوست رکھے وہ ظالم ہے "

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (براءۃ ع ۳)

اسی قسم کی اور روایات ہیں جنسے یہ حضرات تمسک کرتے ہیں۔ ان آیات سے بڑھکر کوئی آیت اون کی متمسک بہا نہیں ہے۔

اور منجملہ احادیث متمسکہ ان حضرات کے ایک حدیث یہ ہے کہ آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم نے کعب بن مالک صحابی سے اس کے جنگ تبوک میں پیچھے رہجانے کے سبب گفتگو ترک کردی اور آپ نے اصحاب کو بھی اس سے ملنے جلنے کی سخت ممانعت فرمائی۔" (بخاری)

دوسری حدیث کہ حضرت عمار بن یاسر صحابی زعفران آمیز خوشبو ملکر آں حضرت کے پاس گئے اور آپ کو سلام کہا تو آپ نے جواب نہ دیا اور فرمایا کہ جا اس کو اپنے جسم سے دھو۔"

عن عمار قال قدمت علی اھلی و قد تشققت یدای فخلقونی بزعفران فغدوت علی النبی صلعم فسلمت علیہ فلم یرد علیّ وقال اذھب فاغسل ھذا عنک

تیسری یہ حدیث ہے کہ حضرت زینب نے آں حضرت کے سامنے حضرت صفیہ کو یہود یہ کہا تو آنحضرت نے اُن سے دو مہینہ سے زائد عرصہ ملنا بولنا چھوڑ دیا۔

عن عائشۃ انہ اعتل بعیر لصفیۃ بنت حیی وعند زینب فضل ظھر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لزینب اعطیھا بعیرًا فقالت انا اعطی تلک الیھودیۃ فغضب رسول اللہ صلعم فھجرھا ذالحجۃ والمحرم وبعض صفر (ابوداؤد صفحہ ۲۷۶ جلد ۲)

چوتھی یہ حدیث کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کا ایک (فضول) گنبد بنا ہوا دیکھا تو اوس کے سلام کا جواب نہ دیا جب اسنے اوسکو گرا کر زمین کے برابر کردیا تو آپ نے اس رنج کا سبب ظاہر کیا اور فرمایا عمارتیں سبھی وبال ہیں بجز اُس عمارت کے جو لابدی (ضروری) ہو۔" (ابوداؤد)

پانچویں یہ حدیث کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب عملوں سے بہتر عمل خدا کے لئے نیک لوگوں سے محبت کرنا ہے اور خدا ہی کے لئے (بدوں سے) بغض رکھنا ہے۔" (ابوداؤد)

چھٹی حدیث یہ ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے

کہ جو کوئی بُری بات کو دیکھے اوس کو ہاتھ سے ہٹا دے۔ یہ طاقت نہ ہو تو زبان سے یہہ طاقت نہو تو دل سے اوس کو بُرا جانے اور یہ ایمان کا ادنےٰ درجہ ہے اور بعض روایات میں ہے کہ اس دلی انکار کے سوا رائی کے برابر ایمان نہیں رہتا۔ (مسلم)

اسی قسم کی اور احادیث وہ اپنے خیال کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ ان احادیث سے بڑھکر اپنے خیال کے مؤیدوہ کوئی حدیث نہیں رکھتے۔

اور منجملہ آثار صحابہ و تابعین جنسے وہ لوگ تمسک کرتے ہیں ایک حضرت عائشہ صدیقہ رضہ کا یہ فعل ہے (جو صحیح بخاری میں منقول ہے) کہ انہوں نے حضرت ابن الزبیر رضہ سے ان کے اس کہنے پر کہ "میں عائشہ کے بے جا اخراجات کے سبب ان کے تصرفات ومالی اختیار کو بند کردونگا" ان سے ترک کلامی کی۔ اور اس پر قسم بھی کھائی جسپر ابن الزبیر لوگوں کی سفارش لے کر اُن کے پاس گئے۔ اور رو کر ملتجی ہوئے تو وہ اُن سے بولیں اور قسم کے بدلہ چالیس غلام آزاد کر کے بھی روتی رہتیں" (بخاری)

دوسرا حضرت فاطمہ رضہ کا یہہ فعل کہ انہوں نے صدیق اکبر رضہ سے آں حضرت صلعم کے مال سے حصّہ وراثت نہ دینے پر ترک کلامی کی۔ یہاں تک کہ اس جہان فانی سے رحلت فرمائی" (بخاری)

تیسرا حضرت ابن عمر رضہ کا یہہ قول (جو سنن دارمی میں منقول ہے) کہ فلاں شخص کو میرا سلام مت کہو میں نے سنا ہے کہ اوس نے دین میں نئی بات نکالی ہے" (دارمی)

ایک روایت ان سے یہہ بھی ہے کہ ان کی ایک شخص ساکن شام سے خط و کتابت تھی اسنے مسئلہ تقدیر میں کچھ خلاف سنت اعتقاد ظاہر کیا تو آپ نے اسکو مکاتبت سے روکدیا" (ابوداؤد)

چوتھا ابو قلابہ تابعی کا یہ قول کہ اہل ہوا (بدعت) کے پاس مت بیٹھو

اور نہ اون سے بحث کرو مجھے خوف ہے کہ وہ تمہیں گمراہی میں ڈبو دینگے۔ (دارمی)

پانچواں سعید بن جبیر تابعی کا ایوب کو یہ کہنا کہ تو طلق بن حبیب کے پاس (جو مرجی ہونے سے متہم تھا) مت بیٹھ۔ (دارمی)

اسی قسم کے اقوال وآثار اور تابعین وتبع تابعین احمد بن حنبل وغیرہ کے وہ لوگ اپنے خیال کی تائید میں پیش کرتے ہیں جو ان آثار سے بڑھکر نہیں ہیں۔

یہ ان حضرات کے متمسکات ہیں اب اس غلطی کو بیان کیا جاتا ہے جو ان متمسکات سے تمسک کرنے میں ان حضرات سے وقوع میں آئی ہیں۔

جو **بغض وتہاجر** ان حضرات میں معمول ومروج ہے اسکا یہ حال ہے کہ یہ حضرات اپنے مسلمان بھائیوں سے جو اصول بلکہ اکثر فروع میں ان سے متفق ہیں اور اعمال واخلاق میں ان کی طرح غالباً شریعت کے پابند صرف بعض امور جزئیہ فرعیہ پر ایسا بغض کرتے ہیں جیسا مخالفین (فی الاصول) کفار یا فساق بدکردار سے اور اس بغض پر اون سے دائمی اور کلی مہاجرت اختیار کرتے ہیں اس کو کسی وقت ظہور اثر ونتیجہ نیک (خوف یا ہدایت مخاطب یا صیانت دیگر اشخاص) تک محدود نہیں کرتے۔ اور معہذا کسیکی ایک وصف بد کے سبب اسکی ذات اور شخص کو مطلق بد تصور کرلیتے ہیں اور اس کے بہت سے نیک اوصاف کا لحاظ وپاس نہیں کرتے وبنائً علیہ اس کے اچھے کاموں کے بھی دشمن ہو جاتے ہیں۔ اور صاف کہتے ہیں کہ یہ کام اچھا ہے ولیکن چونکہ فلاں شخص یا جماعت کا فعل ہے لہٰذا اس کا خلاف ضروری ہے۔ اور اس شخص یا جماعت سے بغض وعلیحدگی واجب ہے۔ الغرض یہ حضرات جزئی امور پر کلی اور دائمی بغض وتہاجر اختیار کرتے ہیں . . . . اور اس قسم کا بغض وتہاجر آیات واحادیث وآثار متمسک بہا ان حضرات سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ ان حضرات نے آیات واخبار منقولہ بالا کو اپنے معمولی بغض وتہاجر کے دلائل سمجھنے میں سراسر غلطی کی ہے۔

تمسک آیات میں انکی غلطی کا بیان

پہلی آیت میں ظالموں کے ظلم وکفر وغیرہ اعمال بد کی طرف جھک جانے سے ممانعت مراد ہے چنانچہ ابوالعالیہ اور سدی اور عکرمہ وغیرہ مفسرین سے بغوی وغیرہ نے نقل کیا ہے نہ ان کی ذات و اشخاص کی طرف جھکنے اوران سے ملنے جلنے سے ممانعت۔ یہ مراد ہوتی تو آں حضرت صلعم کسی کافر کیطرف نہ جھکتے اور نہ کسی کافر و ظالم سے ملتے حالانکہ صلح خواہ کفار کی طرف صلح کے لیئے جھکنے کا خود خدائیتعالے نے آپ کو ارشاد کیا ہے

وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (انفال ع)

اور سفیروں وغیرہ کافروں سے جو آپ کے دشمن اور جنگجو نہ تھے) آپ کا نہ صرف معمولی طور پر بلکہ اعزاز و اکرام کے ساتھ میل جول رہا اور اس اکرام کا آپ نے آخری وقت عمر میں اپنے خلفا کو بھی حکم دیا ہے یہ حکم خدا ورسول مقام تائید میں بہ تفصیل منقول ہوگا۔

دوسری اور تیسری آیت میں بھی ہر ایک کافر یا گنہگار سے صرف اس کے کفر یا گناہ کے سبب ذاتی دشمنی اور ترک دوستی کا حکم نہیں ہے۔ بلکہ خاصکر ان کافروں سے جو مسلمانوں کو مذہب کے سبب تکلیف پہونچاویں اس تکلیف رسانی کی نظر سے دشمنی اور ترک دوستی کا حکم ہے جو اور کافروں اور غیر حالت ایذا رسانی کی طرف ہرگز متعدی نہیں ہو سکتا۔ اس تخصیص پر ان آیات کا مورد نزول اوران کا ماقبل ومابعد شاہد ہے اور قرآن مجید کی اور بہت آیات موید ہیں۔

دوسری آیت کی تفسیر میں معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ وہ حاطب بن ابی بلتعہ کے حق میں نازل ہوئی جبکہ اوسنے اہل مکہ (آں حضرت سے جنگ کرنے والوں) کے پاس ایک خط کے ذریعہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مخبری کی۔ اور عبداللہ بن مسعود سے نقل کیا ہے کہ اس آیت میں باپ سے ابوعبیدہ کے باپ کی طرف اشارہ ہے جس کو اونہوں نے احد کی لڑائی میں مارا۔ اور بیٹے سے

حضرت صدیق اکبر کے بیٹے کی طرف اشارہ ہے جس سے انہوں نے بدر کی لڑائی میں مقابلہ کرنا چاہا۔ اور بھائی سے مصعب بن عمیر کا بھائی مراد ہے جس کو انہوں نے احد کی لڑائی میں مارا۔ اور قبیلہ سے عمر و علی و حمزہ و عبیدہ کے قرابتی عاص بن ہشام عتبہ، شیبہ اور ولید مراد ہیں جن کو ان حضرات نے بدر کے دن مارا (معالم)

اور تیسری آیت کے پہلے سورۂ ممتحنہ کے شروع میں خدا تعالے نے فرمایا ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَا اَخْفَيْتُمْ وَمَا اَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (ممتحنہ ع)	اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ ان کو دوستی کے پیام بھیجو۔ وہ اس حق سے جو تم کو آیا ہے منکر ہو چکے ہیں وہ نکالتے ہیں رسول کو اور تم کو صرف اس لئے کہ تم خدا پر جو تمہارا رب ہے ایمان لائے ہو۔ اگر تم خدا کے راہ میں ان ظالموں سے لڑنے اور میری خوشی چاہنے کو نکلے ہو تو ان کو چھپے پیام بھیجتے ہو اور مجھے خوب معلوم ہے جو تم نے چھپایا اور جو ظاہر کیا۔ جو کوئی تم میں سے ایسا کرے وہ بھولا سیدھی راہ۔ وہ تم کو پاویں تو تمہارے دشمن ہو جاویں اور تم پر ہاتھ پھیلا دیں اور برائی سے زبانیں چلاویں۔ اور یہ چاہیں

کہ تم کسیطرح کافر ہو جاؤ۔ تمہارا رحم اور تمہاری اولاد قیامت کے دن تمہارے کسی کام نہ آوینگے جو تم کرتے ہو خدا دیکھتا ہے۔

اس ارشاد کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ قول (جس کا دوسری آیت میں بیان ہے) نقل کیا اور فرمایا کہ۔

"تم کو ابراہیم اور اوس کے ساتھ والوں کی اچھی چال چلنی چاہئے جب اونہوں نے

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ (ممتحنہ ع)

اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے بیزار ہیں ہم تمہارے منکر ہوئے۔ اور ہم میں تم میں دشمنی اور ناخوشی ہمیشہ کے لئے جب تک تم اکیلے خدا پر ایمان نہ لاؤ ظاہر ہو چکی"

اس کے بعد خدا تعالے نے اس امت کو فرمایا ہے تم کو خدا ان کافروں سے

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ. إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَن تَوَلَّوْهُمْ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (ممتحنہ ع)

جو تم سے دین پر نہیں لڑے اور نہ انہوں نے تم کو گھروں سے نکالا بھلائی کرنے اور انصاف سے سلوک کرنے سے نہیں روکتا۔ وہ تو انہی کافروں سے دوستی کرنے سے روکتا ہے جو تم سے دین پر لڑے ہیں اور تم کو گھروں سے نکال چکے ہیں۔ اور تمہارے نکالنے پر تمہارے دشمنوں کے مددگار بنے ہیں جو ان سے دوستی کریں گے وہی ظالم ہیں"

صحیح بخاری اور معالم التنزیل وغیرہ کتب تفسیر میں سورہ ممتحنہ کی پہلی آیت کا مورد نزول یہہ قصہ بیان کیا ہے کہ حاطب بن ابی بلتعہ (صحابی) نے آں حضرت کی فتح مکہ کے لئے تیاری کی۔ بعض حالات ایک خط میں لکھکر ایک عورت (سارہ نامی) کی معرفت اہل مکہ کی طرف روانہ کئے اور آنحضرت صلعم نے وحی سے اس حال پر مطلع ہو کر حضرت علی رض وغیرہ کو اوس عورت کے پیچھے دوڑایا اور یہ فرمایا کہ روضہ خاخ (مقام) میں تم کو ایک عورت محمل میں سوار

ملیگی اس سے وہ خط لیلو۔ حضرت علی وغیرہ گھوڑے دوڑاتے ہوئے گئے اور
اوس مقام میں پہونچے تو اوس عورت کو وہاں پایا اور اوس سے کہا خط جو تیرے
پاس ہے نکالدے ورنہ ہم تجھے برہنہ کرکے تیری تلاشی لیں گے۔ اوس نے پہلے
انکار کیا۔ آخر تلاشی کے خوف سے وہ خط سر کے بالوں میں سے نکالدیا۔ وہ حضرت
کے سامنے پیش ہوا تو اوس میں وہ مضمون نکلا۔ آں حضرت نے حاطب سے مخاطب
ہوکر فرمایا کہ یہ کیا؟ اوس نے عرض کیا یارسول میں نے یہ کام کافر اور مرتد ہوکر نہیں
کیا صرف اس غرض دنیاوی کے لئے کیا ہے کہ اہل مکہ پر میرا ایک احسان ہو اور
اس احسان کے سبب وہ میرے مال وعیال کی مکہ میں خبر گیری کریں۔ اور عرض
کیا آپکے اور مہاجرین ساتھیوں کے مکہ میں قرابتی ہیں جو اون کے اموال وعیال
کو وہاں سنبھال رہے ہیں۔ میرا قرابتی مکہ میں کوئی نہ تھا جو میرے مال عیال کو
سنبھالتا میں نے اپنے عیال اور مال کی حفاظت کے لئے انپر یہ احسان کرنا چاہا اسپر
یہ آیت اُتری کہ میرے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ الخ (معالم)

اور **صحیح بخاری و معالم التنزیل** وغیرہ میں **اخیر آیت کی تفسیر**
میں لکھا ہے کہ یہ آیت اسماء بنت ابی بکر کے حق میں اُتری ہے۔ ان کی والدہ قتیلہ
بنت عبدالعزیٰ مدینہ میں ان کے پاس ہدیہ (پنیر گھی اور گھیہ) لیکر آئی اور وہ اس وقت
مشرکہ تھی تو حضرت اسماء نے کہا کہ میں تیرے ہدیہ کو نہیں قبول کرتی۔ اور تو میرے
گھر میں داخل نہو جب تک کہ میں آنحضرت صلعم سے پوچھ نہ لوں۔ اس پر یہ آیت
اُتری۔ اور آنحضرت نے ان کو اجازت دی کہ وہ اُس کا ہدیہ قبول کریں اور
اوس کی عزت کریں اور اوس کے ساتھ باحسان پیش آویں۔" (بخاری)

اِن آیات کے سیاق وسباق وشان نزول سے صاف ثابت ہے کہ ان
آیات میں ہر ایک کافر وگنہگار سے ذاتی دشمنی اور ترک دوستی کا حکم نہیں ہے
بلکہ خاصکر ان ہی لوگوں سے جو مسلمانوں کو دین کے سبب ستاویں اس ایذا رسانی
کی نظر سے دشمنی کا حکم ہے۔ ایسا ہی **چوتھی** آیت میں ہر ایک کافر باپ یا بھائی

سے صرف کفر کے سبب ترک دوستی کا حکم نہیں ہے۔ بلکہ خاص کر اس باپ یا بھائی سے دوستی کی ممانعت ہے جو دین کی سدراہ ہوں اور اس ممنوع دوستی سے مراد ہے کہ ان کی خاطر دین چھوڑ دیں۔ معالم وغیرہ تفاسیر میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ جب انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم ہوا تو بعض لوگوں کو ان کے گھر والے اور بچے لپٹ گئے اور خدا کا نام لیکر کہنے لگے کہ ہجرت اختیار کر کے ہم کو برباد نہ کرو اس سے اون کے دل نرم ہو گئے اور وہ ہجرت چھوڑ بیٹھے۔ اور مقاتل تابعی سے نقل کیا ہے کہ یہ آیتیں اُن اشخاص کے حق میں نازل ہوئی ہیں جو اسلام چھوڑ بیٹھے۔ اور مکہ میں جا رہے تھے۔ ان کو خدا نے فرمایا ہے اپنے باپوں اور بھائیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ اور اُن کے پاس رہنے کو ہجرت سے مقدم نہ سمجھو۔

ایسا ہی اور آیات قرآن میں جن میں کفار کے موالات اور دوستی سے ممانعت وارد ہے۔ خاص خاص سببوں سے اور خاص خاص حالتوں میں ایسی دوستی جس سے دین اسلام یا مسلمانوں کو نقصان پہونچے ترک کرنے کا حکم ہے نہ مطلقاً و بہر حال۔ یہ مضمون کسی آیت قرآنی سے ثابت نہیں ہوتا۔ کہ ہر ایک کافر سے (خواہ وہ کیسا ہی بے شر بے ضرر اور مسلمانوں کا محسن یا قرابتی ہو) کسی قسم کی دوستی رکھنا (گو دنیاوی جہت قرابت وغیرہ یا کسی اور مصلحت سے ہو اور دین اسلام یا اہل اسلام کو اس سے کوئی نقصان نہ پہونچے) جائز نہیں اور اس سے مہاجرت اور عداوت واجب ہے۔

اور جب اُن آیات قرآنیہ سے ہر ایک کافر سے بہر حال اور بہر صورت میل جول ترک کرنے اور ان سے دائمی اور کلی دشمنی رکھنے کا حکم نہ نکلا تو پھر ان آیات سے گنہگار مسلمانوں سے مہاجرت کرنی اور اون سے دائمی اور کلی دشمنی رکھنے کا حکم نکالنا۔ غلطی نہیں تو کیا ہے؟

کفر یا شرک ایسی بری وصف ہے کہ اس کے ہوتے کافر یا مشرک کے صدہا بلکہ ہزارہا

اوصاف حمیدہ (خوش خلقی رحم دلی صلہ رحمی وغیرہ) احکام آخرت میں کان لم تکن ہیں۔ اور یہ امر نص قرآنی منقولہ حاشیہ سے ثابت و مسلم ہے۔

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا (سورہ فرقان ع)

ومعہذا احد تعالے نے دنیاوی احکام میں ان اوصاف کفار کو کان لم تکن نہیں ٹھہرایا اور بلحاظ ان اوصاف کے ان کافروں سے جن میں وہ اوصاف ہوں حسن سلوک اور میل جول کا حکم دیا ہے۔ تو پھر کیا اسلام یا توحید وغیرہ حسنات و اوصاف حمیدہ اہل اسلام کا اوصاف حمیدہ کفار کے برابر بھی رتبہ نہیں کہ ان اوصاف اہل اسلام کا دنیاوی احکام میں لحاظ نہ کریں۔ اور مسلمانوں سے بنظر انکے اسلام یا توحید یا کسی وصف محمود کے حسن اخلاق سے پیش نہ آویں اور ان سے میل جول نہ رکھیں۔ یہہ تو کمال بے انصافی ہے جس میں کفر کی اسلام پر ترجیح اور کافروں کی مسلمانوں سے احکام دنیوی میں تفضیل پائی جاتی ہے۔

ہمارے اخوان دین خصوصاً ہمارے عینی بھائی متبعین جو ممبروں پر بیٹھکر ان آیات کو مسلمانوں پر لگاتے اور ان آیات کی دست آویز سے اُن کو باہمی بغض و تہاجر کا سبق پڑھاتے ہیں اس معروض کو غور و انصاف سے خیال میں لائیں اور مسلمانوں کو کافروں سے نیچے نہ گرائیں اور اس بے انصافی یا غلطی سے باز آئیں۔

تمسک احادیث و آثار میں ان حضرات کی غلطی کا بیان

احادیث و آثار سے تمسک کرنے میں ان حضرات نے یہہ غلطی کی ہے کہ ایک جانب کی احادیث و آثار کو جن میں غضب تشدد پایا جاتا ہے۔ لے لیا اور دوسری جانب کی احادیث و آثار کو جن میں تخفیف و ترحم پایا جاتا ہے اور وہ بہ نسبت احادیث و آثار غضب و تشدد دو شمار میں بڑھکر ہیں۔ پس پشت ڈال دیا۔ اور طرفہ یہ ہے کہ ایک حدیث کے نصف حصہ کو لے لیا اور نصف باقی کو

انکھ کو بند کر لیا (جس کی نظر سے ان کا حال اس مصرع کا مصداق ہو رہا ہے) ع

حفظت شیئاً وغابت عنك اشیاءٗ

ومعہذا آں حضرت وصحابہ وتابعین کی نیت واغراض اور اون کے تہاجر کے نتایج کا اپنی بدنیت اور نفسانی اغراض اور مفاسد انگیز نتایج پر قیاس کیا۔ اور یہ گمان کر لیا کہ جس بدنیت اور غرض فاسد سے ہم اہل اسلام سے بُغض وتہاجر اختیار کرتے ہیں اسی غرض سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ وتابعین رض کیا کرتے تھے اور جو نتایج بدہمارے بغض وتہاجر سے پیدا ہوتی ہیں وہی ان حضرات کے تہاجر کے نتایج تھے۔ اس غلط قیاس وگمان کی نظر سے یہہ حضرات اس بیت کے مخاطب ومصداق ہیں ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ آید در نوشتن شیر وشیر

احادیث وآثار متضمن تخفیف وترحم کو جن سے ان حضرات نے چشم پوشی کر رکھی ہے ہم اپنے بیان کی تائید کے مقام میں ذکر کرینگے۔

اس مقام میں آنحضرت صلعم اور صحابہ وتابعین رض کی نیات واغراض اور اُن کے خشم وتہاجر کے نتائج میں اور ان حضرات کے بغض کے اغراض ونتائج میں فرق بیان کرتے ہیں جس سے ان حضرات کے قیاس کی غلطی ثابت ہو۔

آں حضرت صلعم نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس خیال سے مہاجرت (ترک کلامی) نہ کی تھی کہ وہ جرم تخلف لڑائی تبوک سے پیچھے رہجانے) کے سبب ایسا لائق بغض ہے کہ اس سے کلام کرنا جائز نہیں رہا اور اس جرم کے مقابلہ میں اس کا کوئی عمل صالح (ایمان۔ اسلام۔ نماز روزہ اور اس سے پہلے مشاہد میں آں حضرت صلعم کے ساتھ ہونا اور مدد دینا) اس لائق نہیں رہا کہ اس عمل کی نظر سے اس سے محبت کا کلام وسلام جائز ہو۔ (جیسا کہ اس وقت ایک گناہ کے مرتکب مسلمان کی نسبت خیال کیا جاتا ہے) اور نہ اس ترک کلامی سے آں حضرت صلعم

کا یہ مقصود تھا کہ اس کو دائرہ اسلام سے خارج کیا جائے اور اس سے کبھی کوئی مسلمان نہ بولے نہ ملے۔ اور (معاذ اللہ) جہنم سے ورے اوس کو کہیں جگہ نہ ملے (چنانچہ اس وقت کے اہل مہاجرت ایک دوسرے کی مہاجرت سے یہی مقصود پیش نظر رکھتے ہیں **بلکہ** آں حضرت صلعم کی یہہ **ترک کلامی** عین **محبت** اور خیر خواہی پر مبنی تھی اور اس سے **غرض** صرف کعب بن مالک اور دوسرے لوگوں کی (جو ایسے نازک وقت میں اپنی ہمدردی کا قصد کریں) آئندہ کے لئے **ہدایت و نصیحت** اور اس ترک کلامی کے ساتھ آں حضرت صلعم اور اُن اصحاب نبوی کے (جنہوں نے حضرت کعب سے ترک کلامی کی تھی) دلوں میں کعب بن مالک کی (اس کے اسلام۔ ایمان نصرت اسلامی وغیرہ حسنات وسوابق اسلامی کی نظر سے) ویسی ہی محبت تھی جیسے کہ ان کے اور ہم رتبہ اصحاب واحباب سے تھی اور اس جرم تخلف کے سبب کوئی انکو **کافر** نہ جانتا اور نہ اُن سے کافروں کی سی ذاتی دشمنی رکھتا۔ (جیسا کہ اس وقت کا معمول ہے) اور اس **ترک کلامی** کا عرصہ **پچاس** شب تک طول پکڑنا **اسلئے تھا** کہ ایسے نازک وقت میں (جب کہ قیصر روم وغیرہ سلاطین نے اسلام کی بیخ کنی کا ارادہ کرلیا تھا) ایسے معزز اہل اسلام کا نصرت اسلام سے پہلو تہی کرنا نہ صرف ایک معمولی جرم تھا بلکہ ایک ایسا سخت وسنگین جرم تھا جس کا فیصلہ بجز شہنشاہ حقیقی جل وعلےٰ کے کسی کے اختیار میں نہ تھا لہذا آں حضرت صلعم اس مقدمہ میں حکم عدالت اعلےٰ (وحی آسمانی) کے منتظر تھے اپنی تجویز سے کچھ فیصلہ نہ کرنا چاہتے تھے گو دل سے بمقتضائے اپنے رؤف رحیم ہونے کے یہ امر چاہتے تھے کہ کعب بن مالک کا یہہ قصور جلد معاف ہو اور وہ ظاہری مہاجرت بھی دور ہو۔

ہمارے **اس دعوے** پر علاوہ ان دلائل کے جن کو ہم مقام تائید میں ذکر کرینگے وہ **صدہا** نصوص قرآن وحدیث دلائل ہیں جن سے آفتاب نیم روز کی طرح

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ (نساء ع ۱۸)

قال رسول اللہ صلعم من شہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمداً عبدہ ورسولہ وان عیسیٰ عبد اللہ ورسولہ وابن امتہ وکلمۃ القاھا الی مریم وروح منہ والجنۃ والنار حق ادخلہ اللہ الجنۃ علیٰ ما کان من العمل (مشکوٰۃ ص) قال رسول اللہ صلعم ثلث من اصل الایمان الکف عمن قال لا الٰہ الا اللہ لا تکفرہ بذنب ولا تخرجہ من الاسلام الخ (مشکوٰۃ ص)

ثابت ہے کہ ایمان واسلام کو بجز شرک وکفر کوئی گناہ باطل وبے اعتبار نہیں کرتا اور اسلام وایمان کی نظر سے مومن کی جب کسی گناہ کی نظر سے اس کے بغض کی نسبت کم رتبہ نہیں ہے۔ کہ اس کے سامنے اس کا لحاظ نہ ہو۔ اور خاصکر **قصہ کعب** بن مالک میں چند ایسے واقعات اور دلائل موجود ہیں جن سے ہمارے دعوے کا ہر ایک جز ثابت ہے۔ **اول** کعب بن مالک کا آنحضرت کی جماعت میں نمازیں پڑھنا۔ **دوم** آں حضرت کا کعب کو نظر بچا کر دیکھتے رہنا (جو محبت واخلاص کی دلیل ہے) **سوم**۔ ابوقتادہ عم زاد بھائی کعب کا بجواب اس سوال کعب کے کہ کیا میں اللہ ورسول کا دوست (یعنے مسلمان) نہیں ہوں؟" اسکی اسلام سے انکار نہ کرنا **چہارم** آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کعب کو طلاق زوجہ کا (جو بحالت کفر زوج لازم ہے) حکم نہ دینا۔ **پنجم** جناب باری سے حضرت کعب کے قصور معاف ہونے پر آں حضرت صلعم کا خوش ہونا اور اس خوشی سے آپکے چہرہ کا لعل لعل ہو جانا **ششم** بمجرد معافی قصور آں حضرت صلعم کے اصحاب کا کعب کو بشاشت وبشارت سے پیش آنا۔ وغیرہ وغیرہ جنسے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ان کے دل میں انکا بغض ہرگز نہ تھا۔ صرف بحسب ظاہر بنظر ہدایت ومصلحت ترک کلامی تھی۔

اس **بیان** کی تصدیق وتائید میں ہم **حدیث** قصہ کعب کا ایک حصہ نقل کرتے ہیں۔ آپنے تبوک کی لڑائی سے اپنا اور دو اپنے اور ساتھیوں (مرارہ اور

ونھی رسول اللہ صلعم المسلمین عن کلامنا ایھا الثلاثۃ من

بین تخلف عنه فاجتنبنا الناس و
تغیروا لنا حتی تنکرت فی نفسی الارض
فما ھی التی اعرف فلبثنا علی ذلک
خمسین لیلة فاما صاحبای فاستکانا
وقعدا فی بیوتھما یبکیان و اما انا
فکنت اشب القوم واجلدھم
فکنت اخرج فاشھد الصلوٰة مع
المسلمین و اطوف فی الاسواق و
لا یکلمنی احد واتی رسول الله صلعم
فاسلم علیه وھو فی مجلسه بعد
الصلوٰة فاقول فی نفسی ھل حرک
شفتیه برد السلام علیّ ام لا ثم
اصلی قریبا منه فاسارقه النظر
فاذا اقبلت علی صلاتی اقبل الیّ
واذا التفت نحوه اعرض عنی حتی
اذا طال علی ذلک من جفوة الناس
مشیت حتی تسورت جدار حائط
ابی قتادة وھو ابن عمی واحب
الناس الی فسلمت علیه فوالله
ما رد علی السلام فقلت یا ابا قتادة
انشدك بالله ھل تعلمنی احب
الله ورسوله فسکت فعدت له
فنشدته فسکت فعدت له فنشدته

ہلال) کا جو بدر کی لڑائی میں حاضر ہو چکے
تھے پیچھے رہجانا اور آں حضرت صلعم
کا جنگ سے فارغ ہو کر مدینہ میں واپس
تشریف لانا اور منافقوں کا جھوٹے
عذر کر کے جرم تخلف سے بری ہو جانا
اور اپنا اور اپنے اون ساتھیوں (مرارہ
اور ہلال) کا راست حال کہکر معترف
تقصیر ہونا بیان کرکے فرمایا کہ "ہم نے
سچ سچ کہدیا تو آں حضرت صلعم نے
فرمایا کہ تم چلے جاؤ تمہارا فیصلہ خدا تعالیٰ
آپ کریگا۔ اور لوگوں سے کہدیا کہ خاصکر
ان تینوں سے کوئی نہ بولے۔ لہذا لوگ
ہم سے کنارہ کش ہوگئے اور ایسے بے
پہچان ہوئے کہ ہم کو وہ زمین جہاں
ہم رہتے تھے اجنبی معلوم ہونے لگی
میرے وہ ساتھی تو رو رو کر عاجز
ہوگئے اور گھر میں بیٹھ رہے میں جوان
اور قوی تھا گھر سے باہر نکلتا اور مسلمانوں
کی جماعت نماز میں ہوتا اور بازاروں
میں پھرتا پر مجھ سے کوئی نہ بولتا میں آں
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر
ہو کر آپکو سلام کہتا تو دل میں خیال کرتا کہ
شاید آپ نے جواب میں لب ہلائے ہیں

فقال الله ورسوله اعلم فقاضت
عيناى وتوليت حتى تسورت الجدار
حتى اذا مضت اربعون ليلة من
الخمسين اذا رسول الله صلعم
ياتيني فقال ان رسول رسول الله صلعم
يأمرك ان تعتزل امرتك فقلت
اطلقها ام ماذا افعل قال لا بل
اعتزلها ولا تقربها وارسل الى
صاحبيّ مثل ذلك فقلت لامرئتي
الحقي باهلك فتكوني عندهم حتى
يقضي الله في هذا الامر فلبثت
بعد ذلك عشر ليال حتى كملت لنا
خمسون ليلة من حين نهي رسول
الله صلعم عن كلامنا فلما صليت
صلوة الفجر صبح خمسين ليلة
وانا على ظهر بيت من بيوتنا فبينا
انا جالس على الحال التي ذكر الله
قد ضاقت على نفسي وضاقت
على الارض بما رحبت سمعت صوت
صارخ اوفى على جبل سلع يا على
صوته يا كعب بن مالك ابشر فخررت
ساجدا وعرفت ان قد جاء فرج
واذن رسول الله صلعم بتوبة الله

یا نہیں پھر میں آپ کے پاس کھڑا ہوکر نماز
پڑھتا اور نظر چرا کر آپ کی طرف دیکھتا
جب میں نماز کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ
میری طرف توجہ فرماتے اور جب میں
آپ کی طرف التفات کرتا تو آپ مونہہ
پھیر لیتے۔ جب لوگوں کی عدم توجہی نے
طول کھینچا تو میں اپنے چچازاد بھائی ابو
قتادہ کے باغ میں دیوار پر سے کود کر
(یعنے دروازے سے بچکر) پہونچا میں نے
اس کو سلام کیا تو اس نے جواب نہ دیا
میں نے اس کو دو دفعہ کہا کیا میں اللہ
ورسول کا دوست (یعنے مسلمان) نہیں
ہوں۔ تو اس نے جواب میں کہا خدا
ورسول بہتر جانتے ہیں۔ میں یہہ سنکر
رو پڑا اور اسیطرح دیوار کود کر باہر نکلا۔
اسی حالت پر چالیس راتیں گذر گئیں
تو آن حضرت صلعم کا وکیل میرے پاس
پہونچا اور اسنے آپ کا یہ حکم سنایا کہ تو
اپنی عورت سے جدا ہو جا۔ میں نے پوچھا
کیا میں اس کو طلاق دیدوں تو اسنے
کہا کہ طلاق نہ دے صرف اس سے
علیحدہ رہ۔ یہی حکم آن حضرت صلعم کا
میرے ان دونوں ساتھیوں کو پہونچا

علینا حین صلی صلوۃ الفجر ۔۔۔
وانطلقت الی رسول الله صلعم
فتلقانی الناس فوجا فوجا
یهنئونی بالتوبة یقولون لتهنك
توبة الله علیك قال کعب حتی
دخلت المسجد فاذا رسول الله
صلعم جالس حوله الناس فقام
الی طلحة بن عبید الله یهرول
حتی صافحنی وهنانی والله ما قام
الی رجل من المهاجرین غیره و
لا انساها لطلحة قال کعب فلما
سلمت علی رسول الله صلعم
قال رسول الله صلی الله علیه وسلم
وهو یبرق وجهه من السرور ابشر
بخیر یوم مر علیك منذ ولدتك
امك قال قلت امن عندك یا
رسول الله ام من عند الله قال
لا بل من عند الله وکان رسول
الله صلعم اذا سر استنار وجهه
حتی کانه قطعة قمر وکنا نعرف
ذلك منه (بخاری ص ۶۳۵)

۔۔۔ اوس کے بعد دس روز اور گذرے
تو پچاسویں رات کی صبح کو میں نے ایک
شخص کو ایک پہاڑی پر پکارتے ہوئے
سُنا کہ اے کعب خوشخبری لے۔ یہ
سُنکر میں سجدہ شکر میں گر پڑا۔ اور میں نے
جان لیا کہ خدا کی طرف سے خوشی کی
خبر آئی ہے۔ اور آں حضرت صلعم نے
نماز فجر کے بعد ہماری توبہ قبول
ہونے کی خبر لوگوں کو سُنائی ہے میں
یہ سُنکر آں حضرت صلعم کی طرف چلا تو
راستہ میں لوگ فوج فوج مجھ سے
ملتے اور مبارکباد کہتے۔ میں مسجد
میں داخل ہوا تو طلحہ نے میرا استقبال
اور مصافحہ کیا اور مبارکباد کہا۔ جب
میں نے آں حضرت صلعم کو سلام کیا
تو آپکا چہرہ مبارک خوشی سے چمک رہا
تھا جیسا چاند کا ٹکڑا۔ آپ نے مجھے مژدہ
سُنایا اور فرمایا آج کے دن
کی تجھے بشارت ہو جو تیری
پیدائیش کے دنوں سے تیرے لئے
بہتر ہے۔

یہی نیت وغرض ونتیجہ حضرت عمار بن یاسر اور گنبد والے صحابی کو
آں حضرت صلعم کے جواب سلام نہ دینے اور حضرت زینب سے کلام ترک کرنیکا

تھا کہ ان حضرات کو ہدایت اور ناظرین وسامعین کو عبرت حاصل ہو اور آیندہ کوئی ایسا کام نہ کرے۔ یہ بات کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوتی کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان حضرات سے ان افعال کے سبب ایسا بغض رکھتے تھے کہ اون کو لائق کلام نہ سمجھتے اور اون کے افعال کے مقابلہ میں ان کے ایمان اسلام وغیرہ حسنات کو اس لائق نہ سمجھتے کہ ان کی نظر سے اُن سے محبت وسلام وکلام جائز ہو۔ یہہ بات کہنا تمام شریعت کو الٹ دینا ہے اور اصول کو تابع فروع کرنا جس پر کوئی مومن اہل علم عمداً جرأت نہیں کرسکتا بلکہ اوس کے برخلاف ہر ایک اہل علم کو اس امر کا اعتراف ہے کہ ایمان واسلام کے برابر کوئی عمل لائق لحاظ نہیں ہے۔ اور گناہ (کبائر کیوں نہ ہوں) حب ایمان کو باطل نہیں کرسکتے۔

اس بیان سے پہلی چار حدیثوں سے تمسک کرنے میں ان حضرات کی غلطی ثابت ہوئی۔ پانچویں حدیث میں ان حضرات نے یہہ غلطی بلکہ مغالطہ دہی کی ہے کہ اسکے نصف حصہ کو لے لیا ہے اور نصف حصہ کو پس پشت ڈالدیا ہے۔ اور آیت "اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ" کے وعید کا کچھ خیال نہیں فرمایا۔ اس حدیث کا پہلا حصہ یہہ ہے کہ سب عملوں سے بہتر عمل خدا کے لئے محبت کرنا ہے دوسرا حصہ خدا کے لئے بغض کرنا۔ ان حضرات نے اہل ایمان سے بعض اعمال بد یا عقاید غلط کی نظر سے بغض اختیار کرلینے میں دوسرے حصہ حدیث پر تو بے شک عمل کیا مگر اوس کے پہلے حصے کو (جس میں نیکوں کی نظر سے حب کا ارشاد ہے) پس پشت ڈال دیا۔

اسپر ہم ان حضرات سے سوال کرتے ہیں کہ کیا ان لوگوں میں جن سے وہ بغض رکھتے ہیں کوئی نیکی نہیں جس کی نظر سے وہ حب کا محل ہوسکیں۔ کیا ان کا لا الہ الا اللہ کہنا اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو رسول برحق جاننا نمازیں پڑھنا۔ روزے رکھنا۔ حج کرنا۔ وغیرہ وغیرہ نیک اعمال نہیں ہیں۔

یا اس گناہ کے مقابلہ میں جس کی نظر سے ان لوگوں سے بُغض کیا جاتا ہے
انکا ایمان اسلام نماز روزہ باطل وبیکار و نا قابل اعتبار و شمار ہے۔
شق اول کا تو امید ہے کوئی قائل نہ ہوگا اور یہہ دعوے نکرے گا کہ ایمان
واسلام ونماز وروزہ نیک اعمال نہیں **شائد** ہمارے جواب میں یہہ حضرات
شق دوم اختیار کریں اور یہہ کہیں کہ گناہ اور اعتقاد بدعت کے ساتھ ایمان
واسلام کا کچھ اعتبار نہیں اور اوس کی تائید میں وہ ان احادیث کو پیش
کریں جن میں بعض اعمال بد (زنا۔ چوری وغیرہ) کے مرتکب کا ایمان سے خارج
ہونا یا بعض اہل بدعت (خوارج۔ قدریہ جبریہ۔ زیدیہ وغیرہ) کا دین سے خارج
ہونا بیان ہوا ہے۔
اسکا جواب ہم رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۰ جلد ۴ میں بضمن **مضمون**
"کفر و کافر" مفصل ومدلل ادا کر چکے اور اس میں ثابت کر چکے ہیں کہ بجز کفر و
شرک معروف) کوئی عمل یا عقیدہ ایمان کو باطل وبیکار نہیں کرتا۔ اور اہل
بدعت (خوارج۔ قدریہ۔ جبریہ وغیرہ) **اہل سنت** کے نزدیک کافر نہیں ہیں
اور مسلمان کو کسی گناہ یا بدعت کے سبب کافر کہنا معتزلہ وخوارج کا مذہب
ہے اور جن احادیث میں بعض اعمال (زنا۔ چوری۔ وغیرہ) کے مرتکب کو کافر یا خارج
از ایمان کہا گیا ہے۔ اون کے مقابلہ میں ایسی بھی احادیث موجود ہیں جن سے
اوس کا مسلمان رہنا ثابت ہے۔ اس مضمون کو پڑھکر امید ہے یہہ حضرات اہل
فسق وبدعت کو کافر نہ کہیں گے اور اون کے ایمان واسلام کو نا قابل اعتبار
وشمار نہ ٹھہراوینگے۔ اس **مقام** میں ہم چند آیات واحادیث **اس جواب**
کی تائید میں نقل کرتے ہیں اور اُن **احادیث** کا جن میں بعض اہل بدعت
کو خارج از دین کہا گیا ہے اور اُن سے مضمون "کفر و کافر" میں تعرض نہیں ہوا ہے
جواب دیتے ہیں۔
سورۂ بقرہ میں ارشاد ہے کہ جو طاغوت (معبود باطل) سے منکر ہوا

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا (سورہ بقرہ ع ۳۴) آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ (سورۃ البقرہ ع ۴۰)	اور خدا پر ایمان لایا اوس نے ایسی رسی کو پکڑ لیا جس کو ٹوٹنا نہیں۔ پھر اس **ایمان** کی تفسیر میں اوسی سورہ کے اخیر میں فرمایا کہ رسول اور ایمان والے اسپر ایمان لائے جو رسول کی طرف اترا سبھی خدا پر اور اُس کے فرشتوں پر اور کتابوں اور رسولوں

پر ایمان لائے یہہ کہکر کہ ہم کسی رسول کو جدا نہیں کرتے۔

حضرت عثمان رضہ سے روایت ہے کہ آپ کو آں حضرت صلعم کی رحلت

عن عثمان رض قال ان رجالا من اصحاب النبی صلعم حین توفی حزنوا علیه حتی کاد بعضهم یوسوس قال عثمان وکنت منهم۔ فبینا انا جالس مر علی عمر وسلم فلم اشعر به فاشتکی عمر الی ابی بکر رض ثم اقبلا جمیعا حتی سلما ۔۔ قال عثمان توفی الله نبیه صلعم قبل ان نسئل عن نجات هذا الامر قال ابوبکر قد سئلته عن ذلك ۔۔ قال رسول الله صلعم من قبل منی الکلمة التی عرضتها علی عمی فردها فهی له نجاة (رواه احمد) (مشکوٰۃ ص ۸)	کے بعد نجات کی نسبت بڑا غم وتردد لاحق ہوا اس میں آپ ایسے مستغرق ہوئے کہ حضرت عمر فاروق رضہ کے سلام کا جواب نہ دے سکے وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس شاکی ہوئے۔ پھر دونوں حضرت ملکر آئے تو آپنے اوس غم وتردد کا یہہ سبب بیان کیا کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے اور ہم نے آپ سے نجات کی بابت نہ پوچھا صدیق اکبر رضہ نے فرمایا میں نے آں حضرت صلعم سے یہ سوال کیا تھا آپنے فرمایا۔ جو مجھ سے وہ کلمہ جو میں نے اپنے چچا ابوطالب کے سامنے پیش کیا تھا اور اوس نے رد کردیا

تھا قبول کرلے۔ اُس کے لئے نجات ہے۔

اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے قیامت کے دن ایک شخص کے

عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله سیخلص رجلا من امتی علی رؤس الخلائق فینشر علیه تسعة وتسعین سجلا کل سجل مثل مد البصر ثم یقول اتنکر من هذا شیئا اظلمك کتبتی الحافظون فیقول لا یارب فیقول افلك عذر قال لا یارب فیقول بلی ان لك عندنا حسنة وانه لا ظلم علیك الیوم فتخرج بطاقة فیها اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله فیقول احضر وزنك فیقول یارب ما هذه البطاقة مع هذه السجلات فیقول انك لا تظلم قال فتوضع السجلات فی کفة والبطاقة فی کفة فطاشت السجلات وثقلت البطاقة فلا یثقل مع اسم الله شئ هذا حدیث حسن غریب۔

(جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۹۹)

ننانوے دفتر (اعمال بد) کے کھولے جائیں گے جو درازی میں ایسے ہوں گے جیسے نگاہ۔ پھر اوس سے خدا تعالیٰ پوچھیگا تو اون میں سے کسی عمل کا منکر ہے ہمارے فرشتوں (کراماً کاتبین) نے کچھ تجھپر (ناحق لکھنے سے) ظلم کیا ہے؟ وہ کہیگا نہیں۔ تو اس سے خدا تعالیٰ فرمائیگا تجھے ان اعمال بد کی بابت کچھ عذر کرنا ہے وہ کہیگا نہیں تو خدا تعالیٰ فرمائیگا کیوں نہیں ہمارے پاس تیری ایک نیکی بھی ہے اور آج تجھ پر ظلم نہ ہوگا۔ پھر ایک ورق اوس کے اعمال نامہ سے ایسا نکالا جاویگا جس پر کلمہ لکھا ہوگا اور اس شخص کو حکم ہوگا آ اپنے وزن اعمال کو دیکھ۔ وہ عرض کرے گا یہ ایک ورق ان دفتروں کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرمائیگا تجھپر ظلم نہ ہوگا۔ پھر ان سب دفتروں کو میزان کی ایک طرف اور اس ورق کو ایک طرف رکھکر وزن کیا جاوے گا تو وہ ورق وزن میں بھاری نکلے گا۔ خدا کے نام کے برابر کسی عمل بد کا وزن نہ ہوگا۔

اس قسم کی آیات اور احادیث (جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ نجات کا

مدار توحید و ایمان ہے جس کو کوئی عمل یا اعتقاد (جو صریح کفر نہو) باطل نہیں کرتا اور بہت ہیں از انجملہ ایک آیت (اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ الخ) اور دو حدیثیں اسی مضمون میں منقول ہو چکی ہیں۔

اہل بدعت کو دین سے خارج کرنے والی حدیثوں کا جواب

احادیث

اس قسم کی حدیثیں جنسے اہل اسلام خصوصًا اہلحدیث اپنے مخالف اشخاص کے ایمان کا بے اعتبار ہونا نکالتے ہیں بہت سی اون کے زبان زد ہیں۔ از انجملہ

یقرؤن القرآن لا یجاوز حناجرهم یمرقون من الدین مروق السهم من الرمیة یقتلون اهل الاسلام ویدعون اهل الاوثان اقتلهم قتل عاد	**ایک** یہ حدیث ہے (جو ان سب میں سے صحیح ہے اور وہ خوارج کے حق وارد ہے) کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ وہ قرآن پڑہیں گے جو ان کے حلق سے متجاوز نہ ہوگا

وہ دین سے ایسے خارج ہونگے جیسا شکار سے تیر۔ میں ان کو پاؤں تو ایسا ماروں جیسے قوم عاد ماری گئی۔

دوسری حدیث یہ کہ زیدیہ اس امت کے مجوس ہیں وہ بیمار ہو جائیں

الزیدیة مجوس هذه الامة ان مرضوا فلا تعودوهم وان ماتوا فلا تشهدوهم	تو اُن کی بیمار پرسی نہ کرو۔ مرجائیں تو انکا جنازہ نہ پڑہو۔

تیسری حدیث یہ کہ میری امت میں دو گروہ ایسے ہیں جن کا اسلام

صنفان من امتی لیس لهما فی الاسلام نصیب القدریة والمرجیة	میں کچھ حصہ نہیں۔ ایک قدریہ دوسرے مرجیہ۔

چوتھی حدیث۔ یہ کہ ہر امت میں مجوس ہوتے ہیں اس امت محمدیہ کے

ان لکل امة مجوسًا وان مجوس هذه الامة القدریة والمرجیة فلا تعودوهم	مجوس قدریہ اور مرجیہ ہیں وہ بیمار ہو جائیں تو اون کو نہ پوچھو مرجائیں تو

ان مرضوا فلا تعودوهم وان ماتوا فلا تصلوا علیہم | ان کا جنازہ نہ پڑہو۔

اسی مضمون کی اور چند احادیث ہیں جنکا ذکر عبارات مویدہ جواب میں آتا ہے۔

جواب

اُن احادیث کا (بجز حدیث اول) ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ حدیثیں صحیح نہیں اور نہ اس لائق ہیں کہ اون کی دستاویز سے کسی مسلمان کلمہ گو کو کافر کہا جائے اور ان عقائد کے سبب جنکی ان احادیث میں مذمت ہے ان کے اقرار اسلام و ایمان کو بے اعتبار ٹھہرایا جائے۔

شیخ محمد بن طاہر صاحب مجمع البحار نے اپنے تذکرہ موضوعات میں فرمایا ہے کہ مقاصد حسنہ میں ہے زیدیہ کے مجوس ہونے کی حدیث ہم نے کہیں نہیں دیکھی ولکن ایک جماعت نے بجائے زیدیہ لفظ قدریہ کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے۔ قزوینی نے کہا یہ حدیث جس میں قدریہ کو مجوس کہا ہے موضوع (بناوٹی) ہے ایسی ہی وہ حدیث جس میں دو قسم کا جن کا اسلام میں کچھ حصہ نہیں ذکر ہے۔ وجیز میں کہا ہے کہ جس حدیث میں قدریہ کو مجوس کہا ہے اس کا راوی جعفر بن حارث ہے جو لاشے (نکما) ہے۔ میں کہتا ہوں (شیخ ابن طاہر فرماتے ہیں) جعفر کو ابن عدی نے ثقہ کہا ہے اور امام بخاری نے اس کے حق میں کہا ہے کہ اس کے حافظہ میں نقصان ہے پر اس کی حدیث لکھی جاسکتی ہے اور یہ حدیث حذیفہ و جابر و ابن عمر وغیرہ سے مروی ہے اور اس کے بعض اسانید صحیح کی شرط پر ہیں۔ خلاصہ میں ہے وہ حدیث جس میں دو قسم کا ذکر ہے موضوع ہے۔ ایسے ہی یہ حدیث کہ جو اہل بدعت کو جھڑکے اس کو خدا امن و ایمان سے بھر دیتا ہے۔ موضوع ہے۔ ذیل میں ہے کہ حدیث جب تم بدعتی کو دیکھو تو اوس سے ترشروئی کے ساتھ پیش آؤ کیونکہ خدا بدعتیوں سے دشمنی رکھتا ہے اور ان میں سے کوئی پلصراط سے پار نہوگا۔ وہ سب دوزخ میں گر پڑینگے۔ اس میں ایک راوی ابراہیم ہے۔ جو بڑا اور دروغ گو تھا

اور یہ حدیث کہ "جب کوئی بدعتی مرتا ہے تو اسلام کی ایک فتح ہے" اس میں تین ایسے راوی ہیں جو پسندیدہ نہیں ہیں۔ اور یہہ حدیث کہ اگر کوئی بدعتی یا تقدیر کا انکاری مظلوم ہو کر حجر اسود اور مقام ابراہیم کے مابین ثواب کی نیت پر محبوس ہو کر مارا جاوے تو خدا اوسکے کسی عمل کو نہ دیکھیگا۔ جب تک کہ اوس کو جہنم میں داخل نہ کرلے" اس میں ایک راوی تو سلیم ہے جو نہایت ضعیف اور متروک ہے اور بقول بعض ائمہ یہی اس حدیث کا بنانے والا ہے۔ اور دوسرا یحییٰ ابن مبارک ہے جو مجہول الحال ہے۔ مختصر میں ہے کہ خدا تعالےٰ خفا ہوتا ہے جب فاسق (گنہگار) کی تعریف ہوتی ہے۔ جس نے کسی فاسق کی تعظیم کی اوسنے اسلام کے ڈہانے پر اسکو مدد دی۔ ابن عدی وغیرہ کی روائیت میں یوں آیا ہے کہ جسنے بدعتی کی تعظیم کی اوسنے اسلام کو ڈھانے میں اس کو مدد دی یہہ سب حدیثیں موضوع ہیں۔ یا ضعیف۔ چنانچہ امام ابو الفرج ابن جوزی نے فرمایا ہے۔

اور امام محمد بن علی شوکانی نے اپنے "تذکرہ موضوعات" میں فرمایا ہے یہ حدیث کہ "میری امت میں دو قسم ایسے ہیں جو میری شفاعت نہ پاوینگے۔ قدریہ جو تقدیر کے منکر ہیں۔ مرجیہ جو اپنے آپ کو مؤمن کہنے کے وقت انشاء اللہ تعالےٰ کہتے ہیں" اس حدیث کی آفت (جس سے یہ بلا پیدا ہوئی ہے) مامون بن احمد سلمی ہے اور اوس کا اوستاد عبد اللہ بن مالک سعدی۔

یہہ حدیث کہ جو کفر (چھپا ارتداد) ہے اس کی جڑھ تقدیر کو جھٹلانا ہے (جس کو حارث نے اپنی مسند میں بروایت ابوہریرہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے اور ابن عدی نے بروایت سہل بن سعد) موضوع ہے۔ اس کی آفت یحییٰ بن کثیر ہے۔ لآلی میں (امام سیوطی نے) کہا ہے کہ اس حدیث کے شواہد و موید اور روایات بھی ہیں پھر اون کو ذکر کیا۔

یہ حدیث کہ "مرجیوں قدریوں۔ رافضیوں اور خارجیوں سے ان کی تو سند چھین لیجاوے گی اور وہ کافر ہو کر خدا کو ملیں گے اور ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے" ابن حبان

نے بروایت انس آں حضرت صلعم سے نقل کی ہے اور وہ موضوع ہے اس کی سند میں سچیے ابن زرین راوی ہے جو دجال تھا۔ حدیث وضع کیا کرتا۔

دوسرا جواب

ان سب احادیث کو صحیح ان لیں اور پہلی حدیث (متضمن ذم خوارج) کی طرح صحیح بخاری میں موجود فرض کرلیں تو بھی وہ ان احادیث صحیحہ سے بڑھکر نہ ہونگی جن میں چور و زانی سے ایمان کا خارج ہوجانا اور قتل مسلمان کا کفر ہونا اور عورتوں کا کافر ہونا اور نسب غیر نسب سے ملانی اور بوقت مصیبت نوحہ کرنے اور غلام کو اپنے آقا کی خدمت سے بھاگ جانے کا کفر ہونا۔ اور کذب خیانت۔ وعدہ خلافی۔ دشنام دہی کا نفاق (چھپا کفر) ہونا اور بے امانت کا بے ایمان ہونا اور عہد شکن کا بے دین ہونا اور قاطع رحم کا بہشت میں داخل نہ ہونا اور باغی کا واجب القتل ہونا بیان ہوا ہے اور جس حالت میں ہمارے سنی بھائی کیا اہلحدیث اور کیا مقلدین مذہب حنفی و شافعی ان احادیث صحیحہ کی تاویل کرتے اور یہ کہتے ہیں کہ ان احادیث میں کفر سے کفر عملی اور ناشکری اور کفر معروف سے چھوٹا کفر مراد ہے اور بے ایمان و بے دین سے ناقص مؤمن اور ناکامل دیندار مراد ہے اور بہشت میں داخل نہونے سے اولاً و بلا سزا داخل نہ ہونا مراد ہے وعلیٰ ہذا القیاس اور بناءً علیہ وہ ان افعال کے مرتکبین کو کافر خارج از ملت نہیں سمجھتے چنانچہ ان کے اقوال ان تاویلات کے متضمن مضمون کفر دون کفر" اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۰ و ۱۱ جلد ۴ میں منقول ہو چکے ہیں۔ تو پھر ان احادیث میں اگر ان سب کو صحیح اتفاقی مان لیں۔ اس قسم کی تاویل سے کون مانع ہے۔ اور کیوں جائز نہیں کہ دین و اسلام سے احادیث مذمت روافض و خوارج وغیرہ میں کامل دین مراد ہو۔ اور خوارج کو دین اسلام سے خارج کرنے اور زیدیہ۔ قدریہ۔ مرجیہ وغیرہ کا دین میں حصہ نہ ہونے سے یہ مراد ہو کہ وہ اطاعت امام برحق سے خارج ہیں اور دین اسلام سے بہرہ کامل نہیں رکھتے

چنانچہ جمہور علمار اہلسنت حدیث مذمت خوارج کے یہی معنے کرتے ہیں اور بنا بر علیہ خوارج وغیرہ اہل ہوا کو اسلام سے خارج نہیں سمجھتے۔

امام ابو سلیمان خطابی نے شرح حدیث مذمت خوارج میں فرمایا ہے چنانچہ کرمانی نے شرح بخاری میں نقل کیا ہے کہ اس دین سے جس سے خوارج کو خارج کیا گیا ہے طاعت مراد ہے یعنے خوارج امام برحق کی طاعت سے خارج ہونگے نہ خارج از ایمان و اصل اسلام۔

پانچویں حدیث (الحب للہ والبغض للہ) میں ان حضرات سے (علاوہ اس غلطی کے جو نمبر ۱۲ جلد ۷ میں بصفحہ ۳۶۲ بیان ہوئی ہے) ایک غلطی یا مغالطہ دہی یہ ہوئی ہے کہ وہ ایک بدی کی نظر سے بدست آویز جزو دوئم حدیث مذکور ایک شخص جس سے انکی کوئی ذاتی غرض نہ ہو بغض کرتے ہیں اور اسکے کسی نیکی کے خیال سے بنظر جزو اول حدیث مذکور اسکو لائق حب نہیں سمجھتے۔ اور اسی بدی بلکہ اس سے بڑھکر برائی کی نظر سے دوسرے شخص سے (جس سے ان کو کوئی ذاتی غرض متعلق ہو) بلحاظ جزو دوم حدیث مذکور للہ بغض نہیں کرتے اور اس کی کوئی نہ کوئی نیکی پیش نظر رکھکر بدست آویز جزو اول حدیث مذکور اس سے للہ محبت کرنیکے مدعی ہوتے ہیں۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ان کی حب وبغض انکی نفسانی اور ذاتی اغراض کی تابع ہے۔ اور اسباب میں انکا حدیث سے تمسک واستدلال غلطی یا مغالطہ دہی ہے۔

درحقیقت وہ اس حدیث کی جزو اول یا دوم کے پیرو ہوتے تو اس حب یا بغض میں وہ سبھی اشخاص سے مساوات عمل میں لاتے۔

چھٹی حدیث سے تمسک کرنیمیں ان حضرات سے یہ غلطی ہوئی ہے کہ انہوں نے محل تغیر وانکار جس کا اس حدیث میں حکم ہے اس شخص کو سمجھ لیا ہے جس میں کوئی امر منکر (لائق انکار) پایا جائے اور اس حدیث میں محل تغیر وانکار اس امر کو ٹھہرایا گیا ہے جو لائق انکار ہے اس حدیث کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص کوئی امر لائق انکار دیکھے وہ اس امر کو ہاتھ سے ہٹا دے یہ

لہ یعنے برائی پہ رنج کرتے تو نیکی پر مسرت بھی نہ کرتے کہ ایک برائی کی وجہ سے تمام نیکیاں برباد کیا ایسا کرنیوالے اپنے آپ کو بالکل بے گناہ جانتے ہیں۔ اگر بے گناہ جانتے ہیں تو ان کو فرمان خدا وندی فَلَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ پر غور کرنا چاہئے جسمیں ارشاد ہے کہ اپنے آپ کو پاک مت سمجھا کرو۔ اگر گنہگار جانتے ہیں تو کیا وہ پسند کرینگے کہ انکے گناہوں اور غلطیوں کی وجہ سے دوسرا شخص انکو بھی انکی طرح مہجور ومتروک کرے۔ پس آنچہ بخود نہ پسندی بدیگراں مپسند۔ ابوالوفاء

طاقت نہو تو زبان سے یہ طاقت نہو تو دل سے اس امر کو برا سمجھے۔

ان حضرات نے اس امر کی جگہ اس شخص کو دھرایا ہے اور تینوں درجہ تغیر وانکار کا اسیکو نشانہ ٹھہرایا ہے اور یہ خیال نہیں فرمایا کہ اس حدیث میں اس شخص کا (جسکو برا سمجھنا ہم احادیث سے نکالتے ہیں) کہاں ذکر ہے اور اگر لفظ منکر سے وہ شخص مراد ہو سکتا ہے تو پھر ہاتھ سے اسکی تغیر و تبدیل (جو اول درجہ ایمان ہے) کیونکر ممکن ہے۔

شائد ان کی اس غلط فہمی کا منشاء یہ ہو کہ جب کسی شخص میں کوئی امر منکر پایا گیا تو اس امر کے سبب وہ خود منکر (لائق انکار) ہو گیا۔ کیونکہ قیام مبدا حمل مشتق کا موجب ہوتا ہے گو اس حدیث میں لفظ منکر سے وہ شخص مراد نہو۔

اسمیں بھی ان حضرات نے غلطی کھائی اور اس امر کی طرف توجہ نہیں فرمائی کہ جس شخص میں کوئی امر منکر (لائق انکار) پایا جاتا ہے۔ اسمیں بہت سے امور معروف (جن کو شرع پسند کرتی ہے) بھی پائے جاتے ہیں۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس ایک امر منکر کی نظر سے اس شخص کو منکر (برا سمجھیں) اور ان بہت سے امور معروفہ کی نظر سے اس کو معروف (پسندیدہ) خیال نہ کریں۔ یہہ ترجیح مرجوح ہے جو شرعًا وعرفًا وعقلًا جائز نہیں۔

تشریح و تمثیل ہماری اس تقریر کو شائد عوام ناظرین نہ سمجھیں۔ ان کی خاطر سے ہم ایک مثال دیکر تشریح کرتے ہیں۔

ایک شخص مسلمان ہے پانچوں وقت نماز پڑھتا ہے روزہ رکھتا ہے زکواۃ دیتا ہے حج کعبہ بھی کر آیا ہے اسنے اپنے بیٹے کی شادی میں کوئی بدعت یا گناہ کی رسم کی۔ اوس سے ہمارے دیندار بھائی اس ایک بدعت یا رسم بد کی نظر سے کلی بغض اختیار کرتے ہیں اور اسکی کسی نیکی نماز روزہ حج زکواۃ کی نظر سے اسکو محبت کی لائق نہیں سمجھتے۔ اور اسپر اس حدیث سے متمسک ہو کر کہتے ہیں کہ اس حدیث میں ایسے شخص سے دلی بغض رکھنے کا حکم ہے اگر ہاتھ یا زبان سے اسکو روکنے کی طاقت نہو اور وہ سمجھتے ہیں کہ جب اسنے امر منکر بدعت یا گناہ کا ارتکاب کیا تو وہ بذات خود بغض و انکار کے لائق ہو گیا۔

اسمیں ایک غلطی ان حضرات سے یہ ہوتی ہے کہ حدیث میں اس فعل بد پر تغیر و انکار متوجہ

کرنے کا حکم تھا انہوں نے اس شخص پر جسمیں وہ فعل پایا جاتا ہے تغیر و انکار متوجہ فرمایا اور اس شخص سے بغض اختیار کیا۔

دوسری غلطی یہ کہ اس شخص کو ایک بدعت یا گناہ کی نظر سے بد قرار دیا اسکی اور حسنات و قربات اسلام نماز روزہ حج زکوٰۃ کا لحاظ فرماکر اس کو نیک کردار مومن نہ سمجھا۔ اور ان سب نصوص آیات و احادیث کو جنمیں مومنوں نمازیوں حاجیوں وغیرہ اہل خیرات سے حب کا ارشاد ہے پس پشت ڈالدیا۔ اور اس حدیث میں نہ تصریح ہے نہ اوس سے مفہوم و مستنبط ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی امر منکر کا مرتکب ہو تو اوس کی ذات اور شخص سے بغض و تغییر و انکار اختیار کریں اور اس بدی (بدعت یا رسم) کے مقابلہ میں اسکی کوئی نیکی حساب میں نہ لاویں اور نہ اس کی نیکی کے سبب سے اس سے محبت کریں۔ بلکہ اس حدیث سے بانضمام دوسری آیات و احادیث صاف ثابت ہے کہ صرف اس امر بد کو برا سمجھیں نہ اس شخص کو جسمیں وہ امر بد پایا جاوے۔ اس سے بغض یا برائی کی نظر کریں تو اسیقدر جسقدر بغض و برائی اس کام میں پائی جاتی ہو اسکے سوا جس قدر حسنات و خیرات اس شخص میں پائی جاتی ہیں انکی نظر سے اس شخص کو اچھا سمجھیں اور بقدر ان حسنات و خیرات کے اس سے محبت رکھیں۔ اس حدیث کو خاتمہ پر جو ارشاد ہوا ہے کہ دل سے بدی کو برا جاننا ایمان کا ادنے درجہ ہے اسکے بعد اس کے سوا رائی برابر ایمان نہیں رہتا اسکا مطلب سمجھنے میں ہمارے بعض اہلحدیث بھائیوں نے (جو راتدن قرآن و حدیث کی الفاظ خوانی و اوراق گردانی میں لگے رہتے ہیں) ایک اور غلطی کھائی۔ اسکو ہم اس مقام میں اس غرض سے بیان کرتے ہیں کہ انکے معتقدین انکے اس فہم و علم پر انکے بعض و تہاجر کا (جسمیں وہ سب مسلمانوں سے پیش قدم ہیں) قیاس کریں اور انکی تقلید سے بچیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کلام میں آنحضرت نے بدی کو صرف دل سے برا جاننے والے اشخاص کو ضعف الایمان کہا اور فاسق ٹھہرایا ہے جس کے بعد بجز کافر ہو نیکے اور کوئی درجہ نہیں ہے اور یہ خیال ہے وہ باوجود عدم استطاعت دستی و زبانی کے بدی کو صرف دل سے برا جاننے پر اکتفا نہیں کرتے جسم و زبان کو بھی اس میں جاری و شامل رکھتے ہیں۔ اور یہ انکی کھلم کھلی غلطی ہے اس کلام میں کسی شخص کو ضعف الایمان یا فاسق نہیں کہا۔ بلکہ درصورت عدم استطاعت دستی و زبانی دلی انکار و کراہت کے بیان کا ادنے درجہ ٹھہرایا ہے جو عین طاعت

نہ فسق و معصیت اور ہی طاعت کے پاۓ نہ جانے پر برائی برابر ایمان نہ رہنے کا ڈر سنایا ہے اور اس کلام کے جملہ "وذلک اضعف الایمان" میں لفظ "ذلک" کا اشارہ دلی تغییر و انکار کی طرف ہے نہ کسی شخص کی جانب۔ اور لفظ "اضعف الایمان" سے ایمان کا ادنیٰ درجہ مراد ہے جو عین طاعت ہے، نہ کوئی شخص جسکا ایمان اس کے گناہ و فسق کے سبب ضعیف ہوگیا ہے۔

آثار صحابہ و تابعین سے تمسک کرنے میں بھی ان حضرات سے وہی غلطی ہوئی ہے جو احادیث نبویہ سے تمسک کرنے میں ہوئی ہے جس کی تفصیل ہو چکی ہے۔ اس کی مختصر تقریر ان آثار کے متعلق یوں ہو سکتی ہے کہ صحابہ و تابعین نے بعض امور منکرہ کے سبب ان امور کے مرتکبین اہل اسلام سے صرف ظاہری ترک کلامی کی ہے نہ دلی بغض کلی۔ اُن کے دلوں میں اُنکا ایسا بغض نہ تھا کہ وہ ان امور کے سبب اُن کو حب للہ کے لائق ہی نہ سمجھتے۔ اور اُنسے سلام و کلام جائز نہ جانتے اور ان امور کے مقابلہ میں انکی کسی نیکی ایمان و اسلام و نماز و روزہ وغیرہ کو لائق حب و اعتبار و شمار نہ جانتے اور ان کو محض باطل و بیکار سمجھتے۔ اُنکے دلوں میں بغض تھا تو اسی امر کا تھا جس کو وہ برا جانتے تھے اور اسیقدر جس قدر اس امر میں برائی پائی جاتی ہے نہ ان لوگوں کی ذات و اشخاص سے اور نہ اس قدر جس قدر ایک کافر خارج از ملت فاقد جمیع حسنات و خیرات کا بغض اُنکے دلوں میں ہوتا تھا وہ جیسے اُن لوگوں سے بنظر کسی فعل یا اعتقاد بد کے بغض رکھتے اور اُن کو برا جانتے۔ ویسے ہی ان لوگوں سے بنظر اُنکے ایمان و اسلام وغیرہ حسنات و خیرات کی للہ محبت رکھتے اور اُن کو اچھا جانتے۔ گو اس محبت و حسن اعتقادی کا اظہار وہ اس مصلحت و دور اندیشی سے نہ کرتے کہ اُن لوگوں یا اُن کے ملنے والوں کو ترک کلامی سے عبرت و ہدایت و خوف پیدا ہو اور وہ امر منکر کو ترک کر دیں۔ اس نظر سے ان کی مہاجرت و ترک کلامی عین محبت تھی نہ عداوت۔

علاوہ بریں ان سبھی آثار کی نسبت یہ بات بھی کہی جا سکتی ہے۔ کہ صحابہ و تابعین کے اُن خشمناک افعال میں کسیقدر بشریت و خطأ اجتہادی کا بھی دخل تھا لہذا یہ افعال لائق تمسک و اقتدا نہیں ہیں۔

کون مسلمان اہل علم بشرطیکہ کچھ فہم بھی رکھتا ہو۔ یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی کا ابن زبیر سے صرف اس امر پر کہ انہوں نے انکی بیجا تصرفات و مالی اختیارات کو

بند کرنا چاہا تھا۔ ترک کلامی کرنا بشریت و نفسانیّت سے خالی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہ کے اس فعل ہجا جرت کی نسبت حضرت ابن الزبیر نے فرمایا تھا کہ یہ فعل حلال نہیں ہے۔ اور حضرت عائشہؓ نے خود بھی اس فعل سے رجوع کیا اور قسم کا کفارہ دیا تھا۔

اسی قسم کی گفتگو بقیہ آثار میں ہو سکتی ہے مگر خوف تطویل اس کی تفصیل کی اجازت نہیں دیتا۔

اب ہم اپنے بیان کے (جو ان حضرات کی تغلیط میں ہوا ہے) تائید کے مقام میں کھڑے ہوتے ہیں۔ اور آیات و احادیث و آثار متمسک بہا ان حضرات کے مقابلہ میں ان آیات و احادیث و آثار کو پیش کرتے ہیں جن میں عموماً اہل اسلام سے (اہل فسق و معاصی کیوں نہ ہوں) ترحم و محبت کرنے اور رفق و عفو و ملاطفت سے پیش آنے کا حکم۔ اور ان کے گناہ کے ساتھ ان کے ایمان و اسلام کے باقی رہنے کا ثبوت ہے۔

ہمارے بیان کی مؤید بہت سی آیات و احادیث و آثار موجود ہیں۔ از انجملہ چند آیات و احادیث و آثار کی نقل پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۱) خدا تعالےٰ نے سورہ نور میں فرمایا ہے۔ اہل فضل و وسعت اپنی قرابتیوں

وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (نور ۳۶)	اور مسکینوں اور مہاجروں کو خرچ دینے پر قسم نہ کھائیں۔ بلکہ اُن کی تقصیر معاف کریں۔ کیا وہ یہ نہیں چاہتے کہ اُن کو اللہ معاف کرے۔"

یہ آیت مسطح کے حق میں نازل ہوئی جب وہ حضرت عائشہؓ پر تہمت میں شریک ہوا اور حضرت ابو بکرؓ نے اس گناہ کے بدلے اس کا خرچ بند کرنا چاہا تھا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ گناہ سے ایمان اور ایمانی حقوق احسان وغیرہ کا ابطال

نہیں ہوتا۔

(۲) اور خدا تعالےٰ نے سورہ ممتحنہ میں **حاطب بن ابی بلتعہ** کو مومن کہا اور بلفظ یاایھا الذین اٰمنوا مخاطب فرمایا۔ باوجودیکہ اس سے ایسا بڑا گناہ ہوا تھا جو کعب بن مالک کے گناہ سے جو پچاس دن تک معاف نہ ہوا تھا کچھ کم نہ تھا۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ کفر و شرک سے کمتر گناہ کے سبب مومن کا ایمان باطل و بیکار نہیں ہوتا۔ اور وہ ان حقوق عفو و مودت و ترحم کا جو اہل ایمان کے حقوق ہیں مستحق رہتا ہے۔

حضرت عمر رضؓ نے حاطب کو ایمان سے خارج کر کے قتل کرنا چاہا تو آنحضرت نے اُن کو روک دیا اور انکا ایک وصف اسلامی (جنگ بدر میں حاضر ہونا) یاد فرما کر ان کو معاف کیا۔

شائد کوئی جلد باز آنحضرتؐ کے حاطب کو بدری کہنے سے یہ بات نکلے کہ یہ معافی بدری ہونے کی وجہ سے تھی اور اسی سے خصوصیت رکھتی تھی وہ بدری نہ ہوتا تو ضرور اسکو آنحضرت اسلام سے خارج کر دیتے۔

اس کا **جواب** یہہ ہے کہ یہہ معافی صرف جنگ بدر میں حاضر ہونے کی وجہ سے ہوتی تو مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ بھی (جو جنگ تبوک سے پیچھے رہجانے اور پچاس دن تک آنحضرت کے زیر عتاب رہنے میں کعب بن مالک کے شریک تھے) اس معافی کے مستحق ہوتے۔ کیونکہ وہ دونوں بھی بدری تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں بصفحہ (۶۳۵) اسپر تصریح موجود ہے۔

اُن دونوں کا باوجود بدری ہونے کے جرم تخلف کے سبب پچاس دن تک زیر عتاب رہنا اور حاطب بن ابی بلتعہ کا اس سے بڑھکر جرم (جاسوسی) پر بجرد عذر آوری محل عفو ہو جانا صاف بتلاتا ہے کہ یہ معافی شہود بدر کا خاصہ نہ تھا۔ ایمان اور ایمان کا ہر ایک وصف کمال اس معافی کا سبب ہونے لائق تھا۔ آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موقع و مصلحت و حیثیت

کا لحاظ فرما کر جس شخص کی جس وصف کا لحاظ مناسب سمجھا کیا جسکے لحاظ کرنے میں توقف مناسب سمجھا توقف فرمایا۔

بہر حال ان میں سے کسی ایک کے گناہ سے اس کے ایمان وغیرہ اوصاف کمال کو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول نے ناقابل لحاظ نہیں ٹھہرایا

(۳) اور سورۂ حجرات میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ مومنوں کے دو

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاۗءٌ مِّنْ نِّسَاۗءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

فرقے آپس میں لڑیں تو تم ان میں صلح کراؤ۔ پھر بھی ایک دوسرے پر بغاوت کرے تو تم باغی فرقہ سے لڑو جب تک وہ خدا کے حکم (صلح) کی طرف رجوع نہ کرے۔ وہ رجوع بصلح کرے تو پھر تم اُن میں عدل وانصاف سے صلح کراؤ۔ خدا کو انصاف والے بھاتے ہیں۔ **مسلمان** جو ہیں سو بھائی ہیں سو آپس میں ملا دو اپنے دو بھائیوں کو اور خدا سے ڈرو اس خیال سے کہ شائد تم پر رحم ہو۔ ایمان والو! کوئی کسی سے مسخری نہ کرے اور یہہ سمجھے کہ شائد وہی اس سے بہتر ہو۔ اور نہ کوئی عورت کسی عورت سے مسخری کرے شائد وہ اس سے بہتر ہو۔ تم اپنی جانوں (یعنے بھائیوں) کو عیب نہ لگاؤ اور ان کے بُرے نام نہ رکھو۔ ایمان کے بعد فاسق ہونا (یعنے کسیکو بُرا کہنا)

اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۔ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ (حجرات)	بُرا نام ہے۔ جو توبہ نہ کریں وہی بے انصاف ہیں۔ ایمان والو! بہت گمان کرنے سے بچتے رہو۔ بعض گمان گناہ ہے۔ کسی کے عیب نہ ٹٹولو۔ اور کسی کو پیٹھ پیچھے بُرا کہو۔ بھلا تم کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا خوش لگتا ہے

تمہیں تو وہ خوش نہ لگے۔ خدا سے ڈرتے رہو وہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔"

ان آیات میں قتل مؤمن کے مرتکب کو (جو بڑا بھاری گناہ ہے جسکو کفر بھی کہا گیا ہے) دیکھو صحیح بخاری صہ۹ جلدا خدا نے مؤمن کہا اور اس گناہ کے ساتھ ان کو ایمان سے خارج نہیں فرمایا۔ بلکہ اس کے لئے ایمانی حقوق اخوت مصالحت وغیرہ کا اثبات فرمایا اور مومنوں کو صاف حکم فرمادیا کہ وہ اہلِ قتال تمہارے بھائی ہیں۔ تم اُن میں ملاپ کراؤ جس میں یہ حکم بھی پایا جاتا ہے کہ تم خود ان سے علیحدگی اختیار نہ کرو۔ اسلئے کہ جو شخص خود کسی سے علیحدگی و ترک کلامی اختیار کرتا ہے وہ اس کو دوسرے سے کیونکر ملا سکتا ہے۔ اور ان میں مومنوں کی عیب گیری کرنا اور ان عیوب کے سبب ان سے ٹھٹھا کرنا اور اُن کے بُرے نام فاسق وغیرہ رکھنا اور اُن پر بُرے گمان کرنا اور ان کی بدگوئی کرنا (جو باہمی بُغض و تہاجر کے لوازم ہیں اور رات دن تجربہ مشاہدہ میں آتے ہیں) صاف حرام کردیا ہے۔ لہٰذا یہ آیت اس باب میں نص ہے کہ گناہ سے ایمان اور ایمانی حقوق میل جول حسن ظنی وغیرہ باطل نہیں ہوتے۔

(۴) اور خدا تعالےٰ نے سورہ الفتح میں فرمایا ہے کہ:۔

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ (سورۃ الفتح ۴۲)	نبی (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ والے آپس میں ترس کھانیوالے ہیں

(یعنے ان کو ایسا ہی ہونا چاہیے)
یہہ بات محتاج ثبوت نہیں ہے کہ بغض و تہاجر باہمی تراحم کے مخالف ہے جس کا اس آیت (نمبر ۴) میں معناً ارشاد ہے۔
(۵) اور خدائے تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا (نساء رکوع ۷)	"خدا کو پوجو اور اس کا شریک کسیکو نہ بناؤ اور قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور ہمسایوں سے جو نزدیک ہوں اور جو دور ہوں۔ اور مسافروں اور غلاموں سے جن کے تم مالک ہو احسان کرو۔ خدا اون سے خوش نہیں جو متکبر ہو اور فخر کرے"

یہ حکم احسان **ایسا عام ہے** کہ فساق اہل ایمان قرابتیوں و ہمسائیوں وغیرہ کے علاوہ کفار ہمسایہ و قرابتیوں وغیرہ کو بھی شامل ہے۔ اور یہ بات بھی ظاہر ہے و محتاج بیان نہیں ہے کہ تہاجر امر احسان کے مخالف ہے کیونکہ خوش خلقی سے کلام کرنا و خندہ پیشانی سے ملنا احسان کا ادنیٰ درجہ ہے۔

اس قسم کی بیسوں عمومات قرآن ہیں۔ جن سے عموماً اہل ایمان کے ساتھہ (جن میں گنہگار مومن بھی داخل ہیں) بر و احسان کا حکم ہے جو بغض و تہاجر کے مخالف ہے۔
اور اس مضمون کی **احادیث** نبوی و آثار سلفی بہت ہی کثرت سے

وارد ہیں ازاں جملہ چند احادیث و آثار کی نقل پر اقتصار کیا جاتا ہے۔

(۱) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خدا تعالےٰ اوسپر رحم نہ کریگا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا (بخاری)

(۲) اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خدا تعالےٰ رحم والوں پر رحم کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو تم پر وہ رحم کرے گا جو آسمان میں ہے (ترمذی)

اس مضمون کی احادیث اور بہت ہیں جن میں عموماً خلق خدا پر رحم کا حکم ہے کسی مسلمان سے اوس کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ جس رحم کا ان احادیث میں ذکر ہے اس رحم کے مستحق زیادہ تر وہی لوگ ہیں جو گناہوں کی بلا میں مبتلا ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ بغض و تہاجر اس رحم کے مخالف ہیں۔ رحم کا مقتضا یہی ہے کہ ان کو پیار سے ملیں اور ملاطفت سے ان کو گناہوں سے نکالیں۔ نہ یہ ان کو مطرود اور مردود رہنے دیں۔ پس جو کسی مبتلا گناہ (خصوصاً مسلمان گنہگار) سے بغض اختیار کر کے بے پرواہ ہوا اس پر ترس کھا کر اس کی ہدایت کا طالب نہ ہوا اسنے ان احادیث کا صریح خلاف کیا۔ اس بیان کا پورا مؤید مسیح کا قول ہے کہ لوگوں کے گناہوں کو اس طرح نہ دیکھو گو یا تم خدا ہو بلکہ تم اپنے گناہوں کو دیکھو گو یا تم بندے ہو۔"

(۳) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو مومنوں کو باہم رحم و محبت کرنے اور ایک کو دوسرے کی طرف بدل مائل ہونے میں ایسا پائیگا جیسے ایک جسم ہے جس کا ایک عضو دکھے تو تمام جسم اس کی ہمدردی میں بے خوابی و بخار میں شریک ہوتا ہے۔ (بخاری)

پہلی دو حدیثیں عموماً خلق خدا پر رحم کو واجب کرتی ہیں اور یہ حدیث خاصکر مومنوں (جن میں اہل معاصی بھی شامل ہیں اور وہ زیادہ ترحم کا محل ہیں) کو باہم رحم و پیار کرنا واجب کرتی ہیں اور باہم بغض و تہاجر سے مانع ہیں۔

(۴) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تین شب سے اوپر (مسلمان)

بھائی سے ترک کلامی حلال نہیں ہے۔ ایک دوسرے کو ملتا ہے تو ایک ادھر موہنہ پھیر تا ہے دوسرا ادھر۔ اُن دونوں سے اچھا وہ ہے جو پہلے سلام کرے۔ (بخاری۔ مسلم)

ایک روایت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ جس نے تین دن سے اوپر ترک کلامی کی اور وہ مرگیا تو آگ میں داخل ہوا۔ (احمد)

اور ایک روایت میں فرمایا ایک برس تک بھائی سے ترک کلامی کرنا ایسا ہے جیسے اس کی خونریزی کرنا (ابوداؤد)

(۶) اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ظن سے بچو ظن بڑی جھوٹی بات ہے اور کسی کی نیکی اور بدی تلاش نہ کرو اور کسی کو ضرر دینے کے لئے بکتی چیز کے دام نہ بڑھاؤ اور آپس میں حسد۔ عداوت قطع کلامی (یا بدگوئی) نہ کرو اور خدا کے بندے آپس میں بھائی ہو جاؤ (بخاری۔ مسلم)

(۷) اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خدا نے حکم بھیجا ہے کہ تم آپس میں فروتنی اختیار کرو اور ایک دوسرے پر فخر نہ کرے یعنی اپنے آپ کو اس سے اچھا نہ سمجھے۔ (مسلم)

(۸) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بہشت میں نہ جائیگا جس کے دل میں ذرہ کی برابر تکبر ہوگا۔ کسی نے عرض کیا۔ یارسول اللہ یہ تو سب کوئی چاہتا ہے کہ میرا کپڑا اچھا ہو اور میری جوتی اچھی ہو آپ نے فرمایا خدا تعالےٰ با جمال ہے وہ جمال (خوبصورتی) کو پسند کرتا ہے یعنی خوبصورتی تکبر نہیں ہے تکبر یہ ہے کہ حق کے سامنے اِتراویں اور لوگوں کو حقارت سے دیکھیں۔ (مسلم)

(۹) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس کی خیانت کرے۔ نہ اس سے جھوٹ کہے نہ اس کو ذلیل کرے مسلمان کا مسلمان پر سبھی کچھ (آبرو۔ خون اور مال) حرام ہے۔ پرہیزگاری کا محل دل ہے انسان کو بُرا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ (مسلم)

اور یہ بات ظاہر ہے کہ جو شخص کسی گناہ کے سبب دوسرے کو بُرا جانتا ہے اور اوس کو بُرا سمجھکر اس سے ترک کلامی کرتا ہے وہ اپنے آپ کو اس سے بہتر جانتا ہے اور اوسپر فخر کرتا ہے وہ اپنے آپ کو اس کی مثل گناہ کا مرتکب سمجھے تو اس کو ایک گناہ کے سبب مطلقاً بُرا نہ جانے اُس کو اپنی مثل مبتلاء گناہ سمجھکر ترس کھائے۔ اور پیار کے ساتھ اوس کو گناہ سے ہٹائے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا قول جو صفحہ ۴۱ پر منقول ہو چکا ہمارے اس بیان کا بھی پورا مؤید ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا سلف صالحین نے کسی سے کسی گناہ کے سبب ترک کلامی کی ہے تو فخر وتکبر سے نہیں کی اور نہ اس اعتقاد سے کہ وہ شخص ایک گناہ کے سبب مطلقاً بُرا ہو گیا ہے۔ اُن کی ترک کلامی صرف نصیحتاً و مصلحتاً وہدایتاً تھی۔ چنانچہ اون احادیث کے جواب میں اوس کی تفصیل ہو چکی ہے

(۱۰) آن حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں ملے تو سلام کرنا۔ دعوت کرے تو اوس کی دعوت قبول کرنا۔ کچھ پوچھے تو خیر خواہی کی بات کہنا۔ چھینک مار کر حمد کہے تو رحمت کی دعا دینا۔ بیمار ہو تو اوس کو پوچھنا۔ مرجائے تو اوس کے جنازے کے ساتھ جانا۔ (مسلم)

ان احادیث میں۔ جو مؤمن اور مسلم کا ذکر اور اوس کے حقوق کا بیان ہے۔ یہ گناہگار اہل ایمان کو بھی اپنے عموم سے شامل ہے۔ جو شخص گناہگار اہل ایمان کو مذہب خوارج کا مقلد ہو کر دائرہ ایمان واسلام سے خارج کرے یا مذہب معتزلہ کے موافق اون کے ایمان میں توقف کرے وہ ان دلائل کتاب وسنت کا جواب دے جن کو ہم مضمون "کفر و کافر" میں بضمن جلد چہارم[1] بیان کر چکے ہیں۔

(۱۱) آں حضرت نے فرمایا ہے۔ کسی نیکی کو ہلکا یعنی تھوڑا نہ سمجھو۔ اور نہیں تو یہی سہی کہ اپنے بھائی (یعنے مسلمان) کو خندہ پیشانی سے ملو۔ (مسلم)

(۱۲) آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے حاضر ہونا چاہا

[1] اشاعۃ السنۃ کی جلد چہارم مراد ہے۔ (ابو الوفاء)

آں حضرت صلعم نے اوس کو اذن دیا اور اوس کے آنے سے پہلے فرمایا یہ شخص بُرا ہے۔ جب وہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر بیٹھا تو آپ نے خندہ پیشانی اور خوش خلقی سے اوس سے بات کی۔ وہ چلا گیا۔ تو حضرت عائشہ رض نے سوال کیا کہ اے حضرت پہلے تو آپ نے اوس کی نسبت ایسا کہا اور جب وہ آیا تو اوس سے خندہ پیشانی و انبساط سے خطاب فرمایا آپ نے جواب دیا کہ اے عائشہ تو نے مجھے بدخُلق یا بدگو کب پایا ہے؟ قیامت کے دن سب سے بُرے درجہ میں وہ شخص ہوگا جس کو لوگ اوس کی بدخُلقی یا بدگوئی کے لئے چھوڑ رکھیں۔ (بخاری)

(۱۳) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ذر کو فرمایا ہے۔ خدا سے ڈر جہاں کہیں ہو اور بدی کے پیچھے بھلائی کو لگا اس سے تو بدی کو مٹاوے گا اور لوگوں سے اچھے خلق کے ساتھ میل جول رکھ۔ (ترمذی)

(۱۴) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو مسلمان لوگوں میں ملا رہے اور اون کی تکلیف پر سہارا کرے وہ اُس مسلمان سے بہتر ہے جو اون سے جدا رہے اور اون کی تکلیف پر سہارا نہ کرے۔

(۱۵) آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تم میں سے اچھا شخص وہ ہے جو خوش خُلق ہے۔ (بخاری)

ان احادیث میں خوش خُلقی کا حکم عام ہے متقی مسلمانوں سے مخصوص نہیں اور گناہگار اہل ایمان اس حکم سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ بلکہ حدیث نمبر ۱۳ تو خاص کر ان ہی لوگوں کے حق میں ہے۔ جو مسلمانوں کو تکلیف دیتے ہیں۔ اور اوس تکلیف دہی کے سبب وہ گناہگار ہوتے ہیں۔

(۱۶) آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں ایک اعرابی نے آنکر بول کر دیا اور لوگ اوس کے گرد ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ اوس کا بول بند نہ کرو۔ جب وہ بول کر چکا تو اوس کو آپ نے نرمی سے سمجھایا اور لوگوں سے کہا کہ تم کو خدا نے

آسانی کے لئے بھیجا ہے نہ مشکل ڈالنے کے لئے۔ (بخاری)

(۱۷) آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہودیوں نے ایک دفعہ بجائے سلام سام کہا جو موت کی دعا ہے حضرت عائشہ نے جواب میں کہا کہ تم ہی پر موت اور لعنت ہو تو آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو سخت گوئی سے منع کیا اور فرمایا اے عائشہ نرمی کر۔ خداوند تعالےٰ نرمی کو پسند کرتا ہے اور ایک حدیث میں ہے خدا تعالےٰ رفیق ہے وہ رفق (نرمی) کو پسند کرتا ہے۔ نرمی پر وہ عنایت کرتا ہے جو سختی پر نہیں کرتا۔ ایک حدیث میں فرمایا اے عائشہ نرمی اختیار کر اور بدگوئی سے بچ۔ اور جریر کی حدیث میں ہے۔ جو نرمی سے محروم رہا وہ سبھی خیرات سے محروم رہا اور ظاہر ہے کہ جو لوگ بغض و تہاجر اختیار کرتے ہیں اون سے مسلمان گنہگاروں کے ساتھ نرمی و آسانی نہیں ہوتی جب وہ ان سے بولیں گے سخت کہیں گے اور جب اون کو دیکھیں گے قہر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

(۱۸) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے آپس میں درستی نماز و روزہ وصدقہ سے بہتر ہے اور آپس میں فساد دین کو مونڈنے والا ہے۔ اور ایک حدیث میں فرمایا کہ حسد اور بغض پہلی اُمت کی مرض تم میں چلی آئی ہے۔ یہہ بُغض مونڈنے والی چیز ہے۔ میں یہہ نہیں کہتا کہ بال کو مونڈتا ہے۔ وہ تو دین کو مونڈ ڈالتا ہے۔ (ترمذی)

(۱۹) حضرت علی المرتضیٰ کا قول ہے لوگوں میں ایسے ہو رہو جیسے پرندوں میں شہد کی مکھیاں ہیں۔ جن کو سبھی پرندہ حقیر سمجھتے ہیں وہ اگر جانیں جو اُن کے پیٹوں میں برکت (شہد) ہے تو اون کو حقیر نہ سمجھیں۔ تم لوگوں کے ساتھ زبانوں اور جسموں سے ملے رہو اور عملوں سے اور دلوں سے (یعنے اگر وہ بدعمل و بد اعتقاد ہوں) جدا رہو۔ ہر ایک کو اس کا بدلہ ملیگا۔ جو اُس نے کمایا اور ہر شخص قیامت کے دن اُس کے ساتھ ہو گا جس کو اُس نے دل کے ساتھ دوست رکھا

یعنے اوس کے دلی اعتقاد اور اعمال کو پسند کیا۔ (دارمی)

(۲۰) حضرت ابو الدرداء صحابی کا قول ہے کہ ہم ایسے لوگوں سے ہنس ہنس کر باتیں کرتے ہیں جن سے ہمارے دل خوش نہیں ہوتے یا اون کو لعنت کرتے ہیں (بخاری)

راقم کہتا ہے۔ وہ لوگ ایسے ہی ہونگے جن میں حضرت ابو درداء نے کوئی وجہ محبت نہ پائی۔ لعنت ہی اُن کے مناسب حال سمجھے۔ جب ایسے لوگوں سے سلف صالحین کے مدارات وخوش خُلقی وخندہ پیشانی سے بات کرنا ثابت ہے تو مسلمان اہل معاصی سے مدارات و خوش خُلقی وخندہ پیشانی سے بات کرنا کیوں جائز نہیں سلف صالحین کے خیال اور اوس زمانہ کے متدینوں کے حال کی یہ رباعی کیا عمدہ حکایت ہے ؎

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا ✦ دلِ دشمناں ہم نکردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام ✦ کہ با دوستانت خلافست وجنگ

اس قسم کی احادیث وآثار اور بہت ہیں۔ جن کے عموم یا خصوص سے مسلمانوں پر عموماً اور گنہگار مومنوں پر خصوصاً ترحم اور اون سے خوش خُلقی اور کشادہ پیشانی سے میل جول کی فضیلت ثابت ہے جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل دین ترحم وخوش خُلقی وحسن معاشرت وطلاقت چہرہ ہے۔ نہ غضب وبُغض ومہاجرت وبدگوئی وترش روئی جو صرف ضرور کے وقت بعض مواقع میں سلف صالحین کے استعمال میں آئی ہے اسی نظر سے امام نووی نے اس طریق میل جول کو تمام انبیاء اور سلف صالحین کا طریق ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ کتاب ریاض الصالحین میں فرمایا ہے۔

"لوگوں سے میل جول رکھنے اور اون کے جمعہ جماعتوں اور نیک مجلسوں میں اور اون کے ساتھ ذکر کی مجلسوں میں حاضر ہونے اور اون کے بیماروں کی عیادت کرنے اور اُن کے جنازوں میں شریک ہونے اور اون کے محتاجوں سے احسان کرنے اور اون کے نادانوں کو رستہ بتانے۔ ایسے ہی اور نیک کاموں کے

افضل ہونے کا بیان اس شخص کے حق میں جو اچھی بات کا لوگوں کو حکم کرے اور بُری بات سے منع کرے۔ اور لوگوں کو تکلیف رسانی سے نفس کو روکے اور لوگوں کی تکالیف اپنے نفس پر سہارے ایسے طور پر لوگوں سے میل جول ایسا طریق ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام انبیاء تھے ایسے ہی خلفاء راشدین اور ان کے سوا اور صحابہ و تابعین اور ان سے پچھلے علماء مسلمین اور برگزیدہ صالحین اور یہی اکثر تابعین کا مذہب ہے اور تبع تابعین کا اور یہی امام شافعی اور امام احمد اور اکثر فقہا کا قول ہے۔

اس مذہب پر دلیل وہ آیت قرآن ہے جس میں ارشاد ہے کہ نیکی اور پرہیزگاری پر لوگوں کی مدد کرو[1] اور اس باب میں بہت سی آیات ہیں جو لوگوں کو معلوم ہیں۔

راقم کہتا ہے انبیاء علیہم السلام کا اپنی قوم سے (کفار تھے خواہ مومنین گناہگار) ملے جلے رہنا ان سے جدا نہ ہونا اور اُن کے جفاؤں پر تحمل کرنا۔ اور کمال خُلق و ملاطفت و اخلاص و محبت سے اُن کو ساتھ پیش آنا ایسا یقینی اور بدیہی امر ہے جیسا کہ انبیاء کا وجود یا اُن کی نبوت جس میں کسی مسلمان کو جو انبیاء پر ایمان اور قطب سماوی خصوصاً قرآن مجید میں نظر رکھتا ہو شک و تردد نہیں ہے۔

قرآن میں بہت سے انبیاء کا حال منقول ہے کہ اون کی قوم نے انکو زبان سے بُرا (مجنون کاذب وغیرہ) کہا ہاتھوں سے مارنیکا قصد کیا بلکہ بعض انبیاء کو قتل ہی کر دیا پھر بھی انبیاء نے اون کی جفا پر سہارا کیا۔ اور یا قوم یا قوم کہکر ملاطفت و خوش خلقی سے انکو جواب دیا۔

صحیحین کی حدیث میں ایک نبی کے حال کی حکایت ہے کہ اُن کو قوم نے مار کر خون آلود کر دیا اور اپنے چہرہ سے خون پوچھتے اور یہہ کہتے تھے کہ خدایا میری قوم کو تو معاف کر۔ وہ مجھے جانتے (پہچانتے) نہیں۔ اس طریق انبیاء اولین و آخرین و سیرت سلف صالحین کو دیکھنے اور اُن آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور آثار سلف اور مذاہب و اقوال عامیہ کیطرف خیال کرنے سے صاف طور پر اور آسانی سے یقین ہو سکتا ہے کہ جو آیات قرآنیہ میں (جن سے اہل تابعین

---

[1] جس آیت کی طرف اشارہ ہے وہ یہ ہے تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کے مددگار رہو۔ اس آیت میں اوس کام کو بتلایا ہے جس میں اتفاق کی ضرورت ہے یہ نہیں بتلایا کہ کرنیوالے کو دیکھو پس اگر وہ کام اچھا ہے تو ملنا چاہئے محرک اور موید خواہ کیسے ہوں اگر برا ہے تو نہ ملنا چاہئے کرنے والے خواہ کیسے نیک ہوں مثلاً کسی مقام پر ضرورت دیکھکر چند مسلمانوں نے مسجد بنانے کی تجویز کی مگر یہ لوگ خود شراب خوار ہیں تو انکی شراب نوشی کیوجہ سے ان کی مسجد میں شریک ہونے سے نہ رکنا چاہئے کیونکہ بناء مسجد تو نیک کام ہے۔ اسیطرح چند نمازیوں نے کسی مظلوم پر ناحق کا جھوٹا مقدمہ قائم کیا تو انکی نماز کا خیال کر کے اونکے اس ظلم میں شریک نہ ہونا چاہئے۔ مختصر مدعا یہ ہے جو بالکل صاف ہے کہ اوس کام کو دیکھنا چاہئے جس پر کوئی شخص ہمیں شریک ہونے کے لئے بلاتا ہے نیک ہے تو شریک ہو ورنہ انکار ہو۔ تعجب بلکہ افسوس ہے کہ ایسا صاف اور سنہری اصول سمجھنے میں بھی ہمارے عوام ہی کو نہیں خواص کو بھی الجھن پیدا ہوئی ہے۔ ۱۲ اللہ

تمسک کرتے ہیں) ظالموں اور کافروں سے محبت نہ کرنا اور بغض و بیزاری ظاہر کرنیکا حکم ہے وہ عام نہیں ہے کہ ہر ایک کا ذکر ہر ایک موقع و ہر حالت میں شامل ہو ایسا ہی جو احادیث و آثار متمسک بہا ان حضرات سے آنحضرت و صحابہ و تابعین کا بعض اہل معاصی سے کلام و سلام ترک کرنا پایا جاتا ہے وہ بھی ہر موقع و ہر شخص کے لئے عام عمل و دستور نہ تھا بلکہ اس حکم قرآنی اور عمل آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و صحابہ و تابعین کے لئے خاص خاص مواقع و خاص خاص محل تھے جو ان آیات قرآنی و احادیث کے جواب میں بضمن صفحات ۱۲ تا ۳۲ بیان ہوچکے۔ **عام** حکم اور عام طریق جس پر اگلے اور پچھلے انبیاء اور انکے صالحین اتباع چلے آئے ہیں یہی خوش خلقی و حسن معاشرت اور صبر و تحمل سے اختلاط اور کشادہ پیشانی سے کس و ناکس کی مدارات ہے۔ پس جن لوگوں نے صرف بعض موقع پر بعض اشخاص سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یا سلف صالحین کی ترک کلامی پیش نظر رکھکر عموماً بغض و تہاجر کو دین ٹھہرالیا ہے اور اسکے متقابلہ صدہا عمومات و خصوص قرآن و حدیث سے آنکھ بند کرکے باہمی عفو و ترحم و خوش خلقی و ملاطفت و خندہ پیشانی کو بیدینی قرار دیا ہے۔ ان لوگوں نے تھوڑے حصہ قرآن و حدیث و آثار کو لے لیا ہے اور اکثر حصہ کو پس پشت ڈالدیا ہے اور اَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ اور ع حفظت شيئا وغابت عنك اشياء کا مورد و مصداق بنکر دکھایا ہے۔ عصمنا الله وایاهم ویأخذ بایدینا وایدیهم اجمعین۔

اس مضمون میں ہمارے اصلی مخاطب ہمارے عینی بھائی اہلحدیث پنجاب امرتسر ہیں اور انہی پر ہمکو زیادہ افسوس ہے کہ قرآن و حدیث پر عمل کرنیکے مدعی اور قال اللہ و قال رسول اللہ سے مشتغل ہوکر اپنے عینی بھائیوں اہلحدیث سے صرف بعض جزئی امور پر ملاقات و سلام و کلام ترک کر بیٹھے ہیں۔

ہم حسبۃ للہ و نصیحۃ لخلق اللہ ان کی خدمت میں بڑے ادب انکسار سے ملتمس ہیں کہ اب بھی وہ غور و تامل و فہم و فکر سے کام لیں اور ان آیات و احادیث و آثار کو جو ان کے متمسکات کے معارضہ میں ہمنے پیش کئے ہیں اور ان کے نظائر کو جو قرآن و کتب حدیث میں اور بہت کثرت سے موجود ہیں انصاف سے دیکھیں اور جانبین کی دلائل کا میزان عدل میں موازنہ کریں اور ان میں تطبیق و توفیق کی صورت نکالیں۔ اس غور و تامل و فہم و انصاف و موازنہ و تطبیق کے بعد امید ہے کہ وہ اپنے معمولی تباغض و تہاجر کو چھوڑ دینگے اور آپس میں ترک سلام و کلام وہ اسی حد تک اور اسی غرض سے کرینگے جس حد تک اور جس غرض سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین صحابہ تابعین نے کی تھی (جس کو ہم اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ جلد ۸ میں بصفحہ ۳۵۶ و صفحہ ۳۶۲ و نمبر ۳ جلد ۹ صفحہ ۸۶ وغیرہ عرض کرچکے ہیں)۔

تمت ملخصاً

۱۔ حدیث کا اختصار یہ ہے کہ بُرے کام میں رنج اور علیحدگی کرنا اور نیک کام میں شریک ہونا چاہئے گو برا خواہ کیسا ہی ہو۔ ابوالوفاء

کتبخانہ ثنائی امرتسر کی مشہور و معروف دینی کتابوں کی فہرست

تفسیر ثنائی اردو پوری کیفیت اس تفسیر کی تو دیکھنے سے معلوم ہوتی ہے۔ ہندوستان کے مختلف حصوں میں قبولیت کی نظر سے دیکھی گئی ہے۔ تفسیر سات جلدوں میں ہوگی جنمیں سے چھ جلدیں تیار ہیں:-

جلد اول۔ سورہ فاتحہ و بقر۔ قیمت عہ

جلد دوم۔ سورہ آل عمران و نساء " عہ

جلد سوم۔ سورہ مائدہ۔ انعام اعراف [illegible]

جلد چہارم۔ تا سورہ نحل ۱۴ پارہ " [illegible]

جلد پنجم۔ تا سورہ فرقان " [illegible]

جلد ششم۔ تا سورہ یٰس " [illegible]

چھ جلدوں کے یکساتھ خریدار سے مع محصولڈاک ۔ [illegible] ۔ روپے۔

تقابل ثلاثہ توریت۔ انجیل اور قرآن کا مقابلہ۔ قرآن مجید کی فضیلت کا پورا ثبوت۔ مع محصول [illegible]

القرآن العظیم قرآن مجید کے الہامی ہونے کا ثبوت۔ آریوں کی تردید اور مقابلہ۔ ۱ر

خصائل النبی۔ شمائل ترمذی کا بامحاورہ اردو ترجمہ ۱ر

دلیل الفرقان بجواب اہل القرآن مولوی عبد اللہ چکڑالوی اہلقرآن کے مفصل رسالہ متعلقہ نماز کا کامل جواب۔ ۲ر

آیات متشابہات۔ اصول تفسیر اور آیات متشابہات کی تحقیق۔ ۳ر

فتوحات اہلحدیث۔ چیفکورٹ پنجاب۔ اودھ۔ بنگال اور انگلستان میں اہلحدیث کی تائید میں جو فیصلے ہوئے ہیں اُن کو جمع کیا گیا ہے۔ ۴ر

مرقع دیانندی۔ سوامی دیانند کے اقوال میں ایسا تعارض تبلایا گیا ہے کہ [illegible]

الہامی کتاب۔ وید و قرآن کے الہام پر مسلمان اور آریہ عالموں کی بحث۔ ۹ر

حق پرکاش۔ ستیارتھ پرکاش متعلقہ اسلام کا مکمل جواب۔ ۶ر

ترک اسلام۔ رسالہ ترک اسلام کا معقول مکمل اور مفصل جواب۔ ۶ر

تبر اسلام۔ مہاشہ دھرمپال آریہ کے رسالہ نخل اسلام کا جواب قابلدید۔ ۴ر

الہام۔ الہام کی تشریح اور آریوں کی تردید۔ ۱ر

تہذیب۔ مہذبوں کے فرائض۔ ۱ر

ادب العرب ۔ صرف ونحو عربی کو ایسی آسان طرز سے لکھدیا ہے کہ اُردو خواں بلا مدد استاد بھی مطلب سمجھ لے اور کامیاب ہوسکے نامی گرامی علماء نے پسند فرمایا ہے ۔ ۶ر

مناظرہ نگینہ مشہور ومعروف مناظرہ جو نگینہ میں آریوں سے ہوا تھا ۔ ۴ر

تغلیب الاسلام بجواب تہذیب الاسلام عبدالغفور نو آریہ دہرمپال ۔ جلد اول ۵ر جلد دوم ۶ر جلد سوم ۵ر جلد چہارم ۵ر چاروں کی قیمت علاوہ محصولڈاک عہ ۱/ر

اہلحدیث کا مذہب ۔ فرقہ اہلحدیث یعنی موحدین کے مسلّمہ مسائل کا بیان ۔ ۳ر

اتباع سلف ۔ سلف کی تقلید اور اتباع کے متعلق لطیف تحقیق ۔ ۴ر

السلام علیکم ۔ اسلامی سلام کے احکام اور دیگر مذاہب کے سلاموں سے مقابلہ ۔ ۱ر

نماز اربعہ ۔ اسلامی نماز کے احکام اور دیگر مذاہب کی عبادتوں سے مقابلہ ۔ ۲ر

اسلامی تاریخ ۔ آنحضرت علیہ السلام کی زندگی کے حالات بطرز حکایات بچوں کے لئے بہت مفید ۔ ۱ر

بحث تناسخ ۔ تناسخ اور مادہ کا ابطال ۲ر

اسلام اور برٹش لا یعنی سیاست محمدیہ اور قوانین انگریزیہ کا مقابلہ دکھا کر بدلائل واضح ثابت کیا گیا ہے کہ اسلامی قانون ہی موجب آسائش وفلاح رعایا ہے ۔ ۴ر

ہدایۃ الزوجین ۔ نکاح وطلاق کے مسائل اور بیوی خاوند کے حقوق کا بیان ۔ ۱ر

شادی بیوگان اور نیوگ ۱ر

رسوم اسلامیہ ۔ رسوم قبیحہ متعلق بیاہ وشادی کی تردید اور اتباع سنت محمدیہ کی تاکید ۔ ۱ر

الہامات مرزا ۔ مرزا قادیانی مدعی نبوت ورسالت مسیحیت ومہدویت کی زبردست پیشگوئیوں اور معرکۃ الآرا الہاموں کی لاجواب تکذیب ۔ ۵ر

حدوث دنیا ۔ قدامت دنیا کا ابطال ۲ر

حدوث وید ۔ قدامت وید کا ابطال ۱ر

مناظرہ دیوریہ ۔ جو ۱۹۰۳ء میں آریوں کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے ہوا تھا ۔ ۸ر

سوامی دیانند کا علم وعقل ۱ر

شریعت وطریقت ۔ تصوف کا بیان ۱ر

صحیفہ محبوبیہ ۔ قادیانی رسالہ صحیفہ آصفیہ کا جواب اور مرزا کی تردید ۔ ۴ر

مندرجہ بالا کتب کے ملنے کا پورا پتہ } **ابوالوفاء ثناء اللہ (مولوی فاضل) امرتسر**